عاشورا اور خواتین

واقعۂ کربلا میں خواتین کا کردار

ڈاکٹر علی قائمی

ترجمہ

مولانا سید مُرتضےٰ حسین صدرُ الافاضل اعلی اللہ مقامہٗ

عاشورا اور خواتین

واقعہ کربلا میں خواتین کا کردار

تالیف

ڈاکٹر علی قائمی

ترجمہ

مولینا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل اعلی اللہ مقامہ

ناشر

دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

۲ - جے - ۳/۶ ــــ ناظم آباد ــــ نمبر ۲ ــــ کراچی

نام کتاب ـــــــــــــــــ عاشورا اور خواتین

تحریر ـــــــــــــــــ ڈاکٹر علی قائمی

ترجمہ ـــــــــــــــــ مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل

کتابت ـــــــــــــــــ سید جعفر صادق

ناشر ـــــــــــــــــ دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

تعداد ـــــــــــــــــ ۲۰۰۰

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــــ محرم ۱۴۰۸ھ ستمبر ۱۹۸۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ

لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا

اکۡتَسَبۡنَ ؕ

وَاسۡـَٔلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ○

اور اللہ نے جو تم میں ایک کو
دوسرے پر برتری عطا کی ہے اس کی
ہوس نہ کرو۔
مردوں کو ان کے کیے کا حصہ ہے اور
عورتوں کو ان کے کیے کا حصہ ہے۔
اور اللہ سے اس کے فضل و کرم کی
دعا کرو۔
بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

فہرست

دُوسرا حِصّہ:

تیسرا حِصّہ:

نواں حصہ :

"ہم دیکھ چکے ہیں کہ خواتین مردوں کے
شانہ بہ شانہ بلکہ قتال (جہاد) کی
صفوں میں ان سے بھی آگے کھڑی نظر
آتی ہیں۔ انھوں نے اپنے بچّوں اور
نوجوانوں کو کھو دینے کے باوجود
مقاومت جاری رکھی۔"

(امام خمینی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب ابھی طباعت کے آخری مراحل طے کر رہی تھی کہ اچانک ایک ایسی خبر ملی کہ جس نے دلوں کو غمگین اور آنکھوں کو اشکبار کر دیا۔

کتاب کے مترجم اور مقدمہ نگار علامہ حاج سید مرتضیٰ حسین صاحب صدرالافاضل کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ گیا۔ مولانائے محترم علالت کا کچھ عرصہ گزارنے کے بعد اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ گئے اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

دارالثقافۃ الاسلامیہ کے لیے مرحوم کی جو خصوصی الطاف و عنایات تھیں، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ یہ کتاب کہ جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے، ڈاکٹر علی قائمی کی کتاب "نقشِ زنان در تاریخِ عاشورا" کا اردو ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ مرحوم مولانا سید مرتضیٰ حسین صدرالافاضل ہی کا مرہونِ منت ہے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ یہاں عرضِ ناشر کے طور پر

تعزیت کے مندرجہ ذیل سطور ہدیۂ قارئین کرتے ہوئے ان سے ایک سورۂ فاتحہ کے لیے ملتمس ہوں۔

اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ علماءِ دین ملّتِ اسلامیہ کے محافظ و نگہبان ہوتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ھشام بن حکم کی زبان کو تیغِ برّاں سے تعبیر فرمایا جس طرح اسلام کے ایمان و عقیدہ سے سرشار سپاہی مسلح بغاوت کے خلاف ملک و وطن کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح ہر قسم کے الحادی اور زندیقی مداخلت کے خلاف، علماءِ اسلام ہی اپنے زبان و قلم سے دفاع کرتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

عالم کی موت سے اسلام کی دیوار میں ایک شگاف پڑ جاتا ہے۔

یقیناً علامہ حاج سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل کہ جو ایک متقی عالم، فقیہ، مایۂ ناز محقق و ادیب، مقرر و مدرس، سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف، اعلیٰ سندوں کے حامل اور بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے کی رحلت ملّتِ اسلامیہ پاکستان کی دیوار میں ایک ایسا شگاف ہے کہ جس کو پُر ہونے کے لیے خدا جانے کتنا عرصہ درکار ہو۔

مرحوم جہاں عوامی سطح پر اپنے قلم و زبان سے فکرِ اسلامی کی ترویج فرماتے رہے وہاں دینی اور اسلامی تنظیموں کی بھی ہمیشہ حمایت اور سرپرستی فرماتے رہے۔

ان تنظیموں کی خدمات کے علاوہ دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان، کراچی

کے لیے مرحوم کی خصوصی توجہ، سرپرستی اور تعاون کو کسی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ دارالثقافۃ الاسلامیہ ان کی رحلت کے اس عظیم سانحہ کو اپنے اور ملت اسلامیہ کے لیے ایک ناقابلِ تلافی خسارہ تصور کرتا ہے اور تمام دینی اور اسلامی تنظیموں کو بالخصوص اور ملت اسلامیہ کو بالعموم تسلیت و تعزیت پیش کرتا ہے۔

دارالثقافۃ الاسلامیہ اس دورِ مصیبت میں خداوند رؤف و مہربان سے امامِ امت حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی، قائم مقامِ رہبری حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری اور قائد ملت جعفریہ پاکستان حجۃ الاسلام والمسلمین سید عارف حسین الحسینی کی طولِ عمر اور دوام سایہ کا خواستگار ہے ۔۔۔ اور خداوند متعال سے مرحوم و مغفور علامہ حاج سید مرتضیٰ حسین قبلہ صدر الافاضل کے لیے جوار ائمہ اطہار علیہم السلام کا متمنی و طلبگار ہے۔

ناشر

"عورت ——

اپنی صحیح تربیت سے ——

انسان کو سنوارتی ہے ——

وہ اپنی صحیح تربیت سے ——

ملک کو آباد کرتی ہے ——

تمام نیکیوں کا سرچشمہ عورت کی آغوش ہے۔"

(امام خمینی)

پیش لفظ

میرے سامنے اس وقت بڑی فکر انگیز کتاب "عاشورا اور خواتین" موجود ہے جو "نقش زنان در تاریخ عاشورا" کا اردو ترجمہ ہے۔

چودہ سو سال سے انسان تاریخ عاشورا کو اپنے تمام تر فکری گیرائی محبت و عقیدت کے ساتھ لکھ رہا ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی بہت کچھ سمجھنے اور کہنے کو باقی ہے۔ ہر دور کے لحاظ سے اس واقعہ کی معنویت کے نئے نئے پہلو ابھرتے چلے آتے ہیں۔

کربلا انسانی فکر و شعور کی تربیت گاہ ہے۔ ظلم و استحصال کے خلاف، حقوقِ انسانی کی لوٹ کھسوٹ کے خلاف، جہالتوں، شقاوتوں اور درندگی کے خلاف ایک مستقل احتجاج ہے۔ کربلا عدالت انسانی کی آواز اور عدل و انصاف، محبت و امن، حقوقِ انسانی کے احترام، مساوات و اخوت اور انسانی آزادی کا درس ہے۔ اس لیے ہر دور کے مظلوم انسان نے کربلا والوں کی طرف رہنمائی کے لیے دیکھا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے پہلے حصہ میں فاضل مترجم نے اس صنعتی و مشینی عہد اور اس سے پیدا ہونے والے اخلاقی اور ذہنی بحران کا تجزیہ کیا ہے۔ پھر ایک جدید عہد کے انسان کے نقطہ نظر سے واقعہ کربلا کی مقصدیت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے یقیناً درس کربلا کی آج کے دور کے انسان کو بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی آج سے چودہ سو سال پہلے تھی۔ عہدِ جدید کی خوف اور بھوک اور لا یعنیت کی زندگی میں واقعہ کربلا، زندگی کی معنویت اور مقصدیت کا سمبل ہے۔

دوسرا نکتہ جس پر اس کتاب میں بحث کی گئی وہ یہ ہے کہ اسلام نے سماجی زندگی میں عورت کو کیا ذمہ داریاں سونپی ہیں۔ عورت کو تاریخ اس دوراہے پر لے آئی تھی جہاں اس کے ایک طرف ماضی کی غلامانہ زندگی تو دوسری طرف وہ نام نہاد آزادی جہاں اسے گھر کے قید خانے سے نکال کر جنس تجارت اور سامانِ نمائش بنا دیا گیا تھا۔ اس صورتِ حال میں اگر کوئی عظمتوں اور وقار کا راستہ ہے تو وہ جو اسلام نے عورت کو دکھایا اور اسے قبر کی تاریکیوں سے نکال کر تاریخ ساز قوت بنا دیا۔

کتاب کا اصل موضوع یہ ہے کہ انقلابِ حسینیؑ میں خواتین کے کردار کی وضاحت کی جائے۔ واقعہ کربلا جو انسان کی قوتوں اور عظمتوں کا سب سے بڑا امتحان تھا اس میں خواتین کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ عورت انسانیت کے بلند ترین مرتبوں تک جاسکتی ہے بشرطیکہ اس میں خود آگاہی پیدا ہو اور یہ خود آگاہی اسے اسلام عطا کرتا ہے۔

امام عالی مقامؑ کے عقیدتمند۔ بی بی زینبؑ اور دیگر خواتینِ اہل حرم کے بے پناہ دلیری اور بے مثال قربانی کے واقعات تو برابر سنتے رہتے ہیں لیکن ان کے علاوہ دیگر خواتین کے واقعات سے بہت کم آگاہی ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ان خواتین کو بھی

متعارف کرایا گیا ہے جو عوام کے طبقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

ہم شہزادیوں کے ذکر پر تو اکثر یہ سوچ لیتے ہیں کہ نبی زادیاں تھیں اسی لیے اتنے غیر معمولی کارنامے انجام دے گئیں اور یہ سوچ کر پھر ہم اپنے احساسِ ذمہ داری کو تھپک تھپک کر سلا دیتے ہیں۔

لیکن ان خواتین کا ذکر جن کا خاندانِ نبوّت سے تعلق نہیں یقیناً اس کتاب کو پڑھنے والی بہنوں کے ذہن میں ایک خلش اور دل میں ایک چبھن پیدا کر دے گا۔ یہ خواتین جو ہم جیسی تھیں، ہم ہی میں سے تھیں —— ہماری طرح پرسکون گھروں کی رہنے والیاں —— پیارے پیارے بچّوں کی مائیں —— شفیق شوہروں کی بیویاں۔ ساری قیود توڑ کر کتنی بلندیوں پر پہنچ گئیں۔

خدا مصنف اور مترجم دونوں کو بے حساب اجر عطا فرمائے۔

شائستہ زیدی

دین و مقصدِ دین پر بچیوں کو پالو ــــــــــ

اور حضرت زینبؑ کی طرح ــــــــ
راہِ خدا میں جہاد کی تربیت دو ــــــــ
بچّی کو یوں پردے میں رکھو ــــــــ کہ ہوش سنبھالنے
کے بعد اُسے ــــــــ
بے پردہ صورتوں سے خوف و نفرت ہو جائے ــــ !

سب عورتوں کی پیشوا حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا ہے :
" حجاب عورتوں کا سب سے اچھا زیور ہے ۔"

اگر عورت، مرد کے برابر ہے ــــــــ
تو ــــــــ
اس بچّی کو ایسا دین و اخلاق، سُوجھ بُوجھ ، ــــــــ
علم و ہُنر سکھاؤ ــــــــ
کہ ــــــــ
واقعاً وہ مردوں کے لیے باعث رشک بنے ۔

پہلا حِصّہ



عورت کی عظمت

ماں اور مربّی۔ کردار ساز

پورا کرۂ ارض سمٹ کر ایک شہر اور شہر ایک گھر کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ حمل و نقل ـــــ آمد و رفت ـــــ رسل و رسائل ـــــ خبر اور اطلاعات نے سب کو سب سے قریب کر دیا۔ افریقہ میں طوفان آئے تو ایشیا میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ ایشیا میں ایٹم بم کا دھماکہ ہو تو یورپ میں ہنگامہ ہو جاتا ہے۔

فرصت طلب اور بہانہ جو ٹولا ان حادثات سے فائدہ اٹھاتے اور اپنی برتری جتانے کے لیے کمزور، کم علم، کم سرمایہ اور کم آبادی والوں کو اپنا ممنونِ احسان ـــــ شکرگزار ـــــ دوست پھر غلام بنا لیتے ہیں۔ آزادی ـــــ ان کا نعرہ، حقوقِ انسانی ـــــ ان کا منشور ـــــ، غریب عوام ـــــ ان کا راج ـــــ اور ـــــ مساوات ان کا ورد و وظیفہ ہے۔

گھر کی اہمیت :

کبھی آپ نے سوچا ہے ؟

جس گھر میں آنکھ کھولی ــــــ جن گودیوں میں آپ پلی بڑھیں۔
جن ماؤں نے دکھ جھیلے، جن باپوں نے پاپڑ بیلے ــــــ، آپ ان کے سائے میں آسودگی، خوشی اور مسکراتی زندگی کی رنگینیاں محسوس کرتی ہیں ــــــ یا نہیں ــــــ؟

عجیب عجیب معاشرے

جی ہاں!
دنیا میں ایسے معاشرے بھی ہیں ــــــــــــ
جہاں ــــ،
بچے اسپتال میں پیدا ہوتے ہیں ــــــ
نرسری میں تعلیم پاتے ہیں ــــــــــ
ہوسٹلوں میں رہتے ہیں ــــــ
پارکوں یا کلبوں میں نکاح کرتے ہیں ــــــ اور ہوٹلوں میں مرجاتے ہیں ــــــ!

انھوں نے نہ باپ کو پہچانا نہ ماں کی صورت دیکھی، نہ بہن بھائی سے روابط کا تصور ان کے ذہن میں آیا۔ ضبط تولید کی دوائیں کھانے والے، نس بندی کرانے والے، بچوں کو شیشی کا دودھ پلانے والے، اولاد کو گود میں نہ لینے والے گھرانے بھی ہیں۔

یقین کیجیے ــــــ،

ان معاشروں، ان گھروں اور اگر خاندان کہا جاسکے تو ان خاندانوں میں ذہنی امراض۔ اعصابی تکلیفیں، نفسیاتی بیماریاں اتنی ہیں، جن سے

وہاں کے طرح طرح کے اسپتال بھرے ہوئے ہیں اور حکومتیں عاجز ہیں اور یہ لوگ خود بھی —— ہپّی —— نشہ باز —— دنیا فراموش —— بن کر جوانی میں بن باس ہو جاتے ہیں —— اور —— بڑھاپے میں، معذور افراد کی دیکھ بھال کرنے والے خیرات خانوں میں زندگی کے دن کاٹتے ہیں

کیا آپ اجازت دیں گی ——؟

اگر تہذیب نامی کوئی چیز ہے ،

اگر انسان تمدّن کا فرد ہے ——————

اگر آدمیت احترام آدمی کا نام ہے ——————

تو ——

ہر عقل مند، ان کو جانور ، بلکہ اُن سے بدتر کہے ،

کُتیا ، کتّے ، آوارہ کتّے ——————

جسے کاٹ لیں دیوانہ ہو جائے —— وہ جدھر سے گزر جائیں بدبُو پھیل جائے ——————

متمدن دنیا کے ننگے جنگلی —— ترقی یافتہ شہروں کے کثیف انسان ——————

آئے دن ان کی داستانیں چھپتی ، ان کی پیدائش ، ان کی شادی، ان کے رومانس ، ان کے مقابلۂ حُسن ، ان کی طلاق ، ان کی دوسری شادی اور -------- بین الاقوامی اداروں کی رپورٹوں اور متعدد محکموں کے گوشواروں کے ذریعے دنیا میں پڑھے جاتے ہیں ۔ پھر آپ جانتی ہیں کہ ان کی موت کیسے ہوتی ہے ——؟

یہ معاشرے دو طرح کے ہیں ۔

سرمایہ داری ــــــــــــ ،

اشتراکیت ــــــــــــ ،

دونوں میں ایٹم بموں کے گٹھے انسانوں کی پیٹھ پر ہیں ــــــ جیسے جنگل کے لکڑہارے۔

دونوں کو نشہ پلا کے مارا جا رہا ہے ــــــــــــ

اور ــــــ

دونوں کو عظیم قوم، عظیم قوت کا دلفریب ترانہ گانے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔

ایک معاشرے میں انسانیت گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی ہے اور دوسرے معاشرے میں آدمیت کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہے۔

ایک چیختے چیختے پاگل ہو گیا ہے ــــــــــــ

دوسرا دار پر لٹکے لٹکے مر گیا ہے ــــــــــــ

مشرق و مغرب کے گھروں کا جائزہ تو لیجیے۔ جرائم کی الگ رپورٹیں تو پڑھیے، پولیس اور ڈاکٹروں کے مہیا کردہ اعداد و شمار، انبار در انبار ہیں۔

معیارِ تعلیم پست ــــــــ تعلیم عام ہے۔

پچاس فیصد ذہنی بیمار ــــــــــــ

مگر صنعت و سائنس میں آگے ہیں ــــــــــــ ،

خدا کے لیے اس ڈگر پر چلیں کہ معیارِ تعلیم بھی بلند ہو، ذہنی تندرستی بھی عام ہو۔ قومیں آزاد رہیں اور صنعت و سائنس میں بھی بڑے بن سکیں۔

صاف و شفاف پانی پئیں ــــــــ عمدہ اور اچھا سودا کریں۔

یہ کیا ہوا کہ:

وہ سائنس میں آگے ہیں ـــــــ اور ـــــــ برہنہ ہیں ۔
ہم بھی ننگے ہوئے جاتے ہیں ۔
غور نہیں کیا ـــــــ ؟
ـــــ وہ سائنس کے لیے ہزاروں جتن کرتے ہیں ۔
ـــــ اپنے ذہین ترین افراد تلاش کرتے ہیں
ـــــ دوسری قوموں کے ذہین ترین افراد کو غلام بناتے ہیں ،
ـــــ انھیں کمروں میں بند کرتے ہیں
ـــــ ان سے دس دس گھنٹے ، پندرہ پندرہ گھنٹے کام لیتے ہیں،
ذرا ان کے گھروں میں جھانک کر تو دیکھیے ۔

وہ غریب نہ سینما دیکھ سکتے ہیں ، نہ رقص کا وقت نکال سکتے ہیں، نہ کلبوں میں راتیں بسر کرنے کی مہلت رکھتے ہیں ـــــ وہ مشین بننے کے بعد مشین بناتے ہیں ۔ دس دس سال بیس بیس سال ایک ذرّہ کو دیکھتے اور ایک جرثومے کو پالتے ہیں تب جاکر ایک زہریلا جوہر اور ایک طاقتور دھماکہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں ۔

تمام قوموں کی دولت ان کی جیب میں ، بے شمار قوموں کی افرادی قوت ان کے زیرِ فرمان ہے ۔

آپ اپنے خرچ میں کفایت شعاری برتیں ، آپ ان کی عیاشی سے دور رہیں ، آپ اپنی نسل بڑھائیں ۔ آپ اپنی اولاد سے افرادی قوت حاصل کریں کوا ، آخر ہنس کی چال کیوں چلے ؟

آپ اس بھیڑ بھاڑ میں گم نہ ہوں ـــــ آپ اس میلے میں نہ جائیں نہ منزل سے دور ہوں گی، نہ گرہ کٹے گی ۔

یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے لوگ مداری ہیں ۔ وقت بھی ضائع کراتے ہیں اور پیسے بھی وصول کرتے ہیں ۔ ان کا مقصد اپنا کام نکالنا ہے ۔

شراب ان کی پئیں دوسرے ——

فلم ان کی خریدیں دوسرے ——

پیانو ان کا بجائیں آپ ، چونکہ مزا آتا ہے اس لیے گھر لٹا دیتے ہیں —— ،

گھر پھونک تماشا دیکھنے والے ۔ اپنے بچوں اپنی بچیوں بلکہ اپنے وجود ، اپنی قوم اور اپنی تاریخ کے صفحۂ ہستی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ۔

علامہ اقبال نے ان گھرانوں ، ان معاشروں کے دانا و بینا مرد و زن سے کہا ہے : ؎

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش

ایک مثالی گھر —— مثالی معاشرہ

اس ناچتے تھرکتے ، گرتے پڑتے ، گولیاں چلاتے ، زندگیاں لوٹتے ، غلام بناتے ، گلے دباتے ، جانوروں کی طرح منہ زوریاں کرتے معاشروں کے مقابلے میں ، ایک معاشرہ ، ایک نظام ، ایک فلسفہ ، ایک عملی دنیا ور بھی ہے ۔

تربیت ، اخلاق ، عقیدے اور توحید پر مبنی معاشرہ ،
قرآن اور اسوۂ رسولؐ کے محور پر بڑھتے ہوئے دائرے کی شکل میں چاروں سمتوں ——— اور ——— شش جہات میں پھیلنے والا انتظام ۔ جس کے تمام خطوط ایک مرکز سے گزرتے ہیں جس سے ایک کامیاب زندگی ، روشن تاریخ اور تابندہ قوم جنم لیتی ہے ۔

الیسی مخدراتِ عصمت سے سبق لیں ———
جن کی نقیب فاطمہؑ ———
اور ———
جن کی قائد زینبؑ ہیں ———

ہمیں ایک ایسا گھر ، ایک ایسا خاندان ، ایک ایسا معاشرہ ، ایک ایسی قوم بنانا ہے جو نئے سے نئے انکشافات سے دنیا کو فیض یاب کرے ، مگر یادِ آخرت کے ساتھ ۔

جو الگ الگ افراد ہوں تو رنگا رنگ پھول ،
جمع ہو جائیں تو گلستاں ، ——— ،
پھیل جائیں تو بہار ——— ،

ایسے افراد جو اخلاق ، علم ، عمل ، تقویٰ ، محنت اور ذہانت کا بہترین نمونہ ہوں ۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے والے ، اپنے پَروں سے اُڑنے والے ، اپنے اُفق پر چمکنے والے ، نہ مشرقی نہ مغربی ———
محمدیؐ ، علوی ، فاطمی ، زینبی ، جعفری ——— ؛

یاد رکھیے !
آپ کے دبستانِ ہدایت نے ہر قسم کے علم کو فروغ دینے کی سعی

کی اور آپ سے اس راہ میں محنت کرنے کی خواہش کی ہے ۔

ہم نہ سنیں ——— آپ بات نہ مانیں
تو ——
گناہ ہمارا ہے ———،
گمراہی اور ہدایت کے راستے دکھا دیے گئے ——
کتاب آچکی ———— ۔
پڑھانے والے بنیادی سبق دے کر ———
مثالی عمل دکھا کر ——— دوسرے عالم چھوڑ کر حجت
تمام کر چکے ————
آئیے !
سوچیے اور کچھ کیجیے ——— تو پہلے اپنا گھر ———

اسلام نے گھر کو بہت اہمیت دی ہے ۔ برکت اور ہدایت کا گھر ہی اصل گھر ہے ۔

گھر ایسا ہو کہ جب کوئی آئے تو محبت کی خوشبو پائے ، انس و ہمدردی کی فضا محسوس کرے ۔ مسکراتے چہرے ——— شرمیلی آنکھیں ——— باحیا سراپا ——— باعفت دامن ——— بااخلاق سلوک ——— بھاری بھرکم میل جول ——— باعقیدہ بات چیت ——— باسلیقہ اٹھنا بیٹھنا ہو ——— جو آئے وہ کچھ سیکھ کر جائے ——— جو نہ آتا ہو وہ بتا کر جائے ۔

ایسے گھر کی تعمیر آرکیٹکٹ نہیں ———
ماں باپ کرتے ہیں ———

بشرطیکہ ــــــــــ
وہ ذہنی طور پر سکون آشنا اور نفسیاتی طور پر متقی و خدا شناس و
عاشقِ رسولؐ و آلِ رسولؐ ہوں۔
مثالی گھر۔ دنیا بھر کے گھروں میں عمدہ گھر وہ ہے جس کی شمع فروزاں
اور صبح خنداں ــــــ پاکیزہ نفس ماں ہو گھر سے مراد ماں اور باپ، پھر
ان کے سائے میں ہنسنے بسنے والے بچے ہیں۔ ساری دنیا میں گھر کے یہی
معنی ہیں۔
ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے
خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
وہ خَلوت نشیں ہے، یہ خلوت نشیں ہے
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدمؑ
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

زن و شوہر کی خلوتوں سے جلوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہونہار بچے،
اور خوبصورت پھول ــــــــ
تاریخ ساز اولاد ــــــــ
خطبۂ نکاح میں حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد ایک آیت اور دو

حدیثیں پڑھی جاتی ہیں پھر نکاح کے دو بول ادا ہوتے ہیں :

○ —— "اور بے شوہر عورتوں اور اپنے صالح غلاموں اور کنیزوں کے بھی نکاح کر دیا کرو۔ اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے انھیں مال دار بنا دے گا اور اللہ تو بڑی وسعتوں اور بڑے علم والا ہے ۔"

(سورۂ نور۔ آیت ۳۲)

○ —— "نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے روگردان ہوا وہ مجھ سے نہیں ۔"

○ —— "نکاح کرو ، نسل بڑھاؤ ۔ میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے (اپنی کثرتِ امت) پر فخر کروں گا ۔ خواہ ساقط شدہ فرد کیوں نہ ہو ۔"

—— . ——

مرد نیک ، سمجھ دار اور صالح ہو —— عورت باعفت اور مومنہ ہو —— مقصد صالح اولاد پیدا کرنا ہو —— روزی میں وسعت خدا دینے والا ہے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھاری اولاد کو سرمایۂ افتخار بنا سکیں ۔

ہوس رانی اور عیش و عشرت جب نکاح جیسے پاک عمل میں ملحوظ نہیں تو پھر کہاں اس کا جواز رہ جاتا ہے ۔ جب قابل فخر اولاد مقصود و مدعا ہو تو ——

ماں باپ کے فرائض بڑھ جائیں گے ۔

—— . ——

تربیت

اللہ کی پسندیدہ اور محبتِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ میں ڈوبی ہوئی اولاد کی تربیت عبادت ہوگی۔

اب باپ کی چشم نمائی اور ماں کی ادب آموزی، ننھی سی جان میں روحِ پاک بیدار کرے گی۔

بچہ بولا تو ـــــــــ

"اللہ، اللہ"

زبان چلی ـــــــ تو ـــــ اللہ ایک پنجتن پاک ـــ

اور بڑا ہوا ـــــــ

تو ـــــ

کلمہ ـــــ اصول دین ـــــ فروع دین ـــــــ

مجلس ہوئی تو ـــــــ

انیسؔ و دبیرؔ کی رباعیاں،

روانی آئی ـــــــ تو ـــــــ اساتذۂ ادب کے

سلام اور مرثیے ـــــــــ،

قوتِ گویائی بڑھی ـــــــ تو ـــــ سیرت پاکؐ پر تقریر

فضائل علیؑ پر بیان اور کربلا پر اظہارِ خیالات کی راہیں دکھائی جانے لگیں۔

یہ سب بنیادی طور پر ـــــــــ

ماں، پھر باپ ـــــــــــ

اور بڑے بھائی بہن کے کام ہیں۔

بچے اور بچیوں کی صلاح و فلاح ، ان کی اخلاقی اور فکری تربیت،
سینٹ جوزف اور کنڈر گارٹن ———
میں نہیں ہو سکتی ———

وہ عیسائی چرچوں کے ادارے ہیں ، وہ مذہبی اوقاف سے چلنے والی درس گاہیں ہیں ——— وہاں کے تربیتی اصول ، آوارہ ذہن یا اسلام سے مختلف آداب سے آشنا کرنے کی مہم پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس عمر میں بچے کو اپنے سائے میں رکھیے ۔ یہ کچی کونپل جدھر موڑیے مُڑ جائے گی ۔ اسے گھر سے باہر غیروں کے ساتھ رہنے کی عادت نہ ڈالیے۔ جب اس کی حس بیدار ہوگی تو " اماں کے پاس وقت نہ ہونے" کی وجہ سے وہ باہر ہی گھومے گا ؛

پارک ، بس اسٹاپ .... ؛

لڑکیوں کی تربیت

لڑکیاں اس سلسلے میں زیادہ توجہ طلب ہوتی ہیں ۔ آپ کو بُرا لگے گا مگر رہنمائے بشریت امام جعفر صادقؑ جیسے علم پرور امام نے فرمایا ہے ۔

" ان لڑکیوں کو حبِ امیر المومنینؑ میں پختہ کرو
اور اپنی مفروضہ " نادانی " پر رہنے دو ۔"

(الوسائل ج ۱۴ ص ۱۳۷)

علیؑ کی محبت کے معنی ہیں ،

حضرت امیرؑ کی ذات و تعلیمات سے آشنا کرو ———
سیدۂ عالمیہ کا بچپنا فراموش نہ کرو ———

اس کم سن بی بیؑ نے اپنی دولت مند ماں کی گود میں پلنے ــــــ
اور ــــــ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم باپ کی محبت میں
بڑھنے کے باوجود ، دین کی راہ میں کس قدر استقلال ، ہمت اور مجاہدت
سے کام لیا ۔

دین و مقصدِ دین پر بچیوں کو پالو ، اور حضرت زینبؑ کی طرح راہ خدا
میں جہاد کی تربیت دو ۔

بچی کو یوں پردے میں رکھو کہ ہوش سنبھالنے کے بعد اسے بے پردہ
صورتوں سے خوف و نفرت ہو جائے ۔

سب عورتوں کی پیشوا حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا ہے :

" حجاب ' عورتوں کا سب سے اچھا زیور ہے "

اگر عورت ، مرد کے برابر ہے تو اس بچی کو ایسا دین و اخلاق ، سوجھ
بوجھ ، علم و ہنر سکھاؤ کہ واقعاً وہ مردوں کے لیے باعث رشک بنے ۔

بچیوں کا رنگا رنگ کپڑے پہننا ، بچوں کے ساتھ اسکول کے میلوں
میں جانا ــــــ ان کا تھرکنا ــــــ مل کر بے معنی نظمیں پڑھنا ۔

پھر ــــــ
راستے میں چھیڑ چھاڑ ــــــ
بس اسٹاپ پر بڑی لڑکیوں سے بڑے لڑکوں کی شرارت ،
اور شریر لڑکیوں کا سرعام عجیب عجیب باتیں کرنا اسے ایسی
ثقافت ، ایسی تہذیب اور ایسے معاشرے سے قریب کرنے میں بہر حال
مدد دیتی ہیں جس سے اسلامی گھر کو پاک ہونا چاہیئے ،

یہ بچی کل ویسی ماں کیسے بنے گی جس کے احترام کا حکم خدا و رسولؐ نے دیا ہے ——— ؟

اسکول کیوں بھیجا ——— ؟ کہ وقت نہیں تھا اور گھر میں دیکھ بھال نہیں ہوسکتی ——— !

ممکن ہے، عذر معقول ہو ——— مگر کہیں ماں باپ سینما تو نہیں جاتے ——— ؟

اس کے لیے وہ وقت بچا کر رکھتے ہیں یا نہیں ——— ؟

دونوں بازار کے چکر لگاتے ہیں ——— ؟

بچہ یا بچی باہر سڑکوں، گلیوں اور میدانوں کے تماشے دیکھ کر پلٹتی ہے تو خالی کمرے میں ریڈیو کے گانے اور ٹیلی ویژن کے بے معنی کارٹون۔ ...... تو اس کا استقبال نہیں کرتے ؟

نہیں،

بچی کو اسکول اس لیے بھیجا تھا کہ گھر خالی رہے اور اب ریڈیو ٹیلی ویژن اس لیے کہ بچے بچیاں اس میں لگی رہیں اور گھر میں شور نہ ہو۔

نتیجہ کیا نکلا ——— ؟

ماں نے اولاد کو گھر سے باہر رہنے، گھر کے اندر یقیناً بُری عورتوں اور بُرے مَردوں کی عملی حالت اتنی مرتبہ دکھائی کہ اس کے ذہن میں نقش بن گئی ——— وہ غیر ارادی طور پر مٹکنے لگی

جیسے جسم فروش ناچتی ہے

وہ اس طرح تیور بدلنے لگی ——— جیسے اخلاق کے ڈاکو حملہ کرتے ہیں ——— اس کی صوت و صدا، اس کی رگ رگ

اس کی بوٹی بوٹی ، ایسے حرکات وسکنات سے مانوس ہو گئی جیسے.......

اب وہ لڑکوں کی سیٹیوں سے اگر خوش نہیں ہوتی —

تو غصّہ بھی نہیں کرتی —

وہ اگر باہر نکلنے کی خواہش کرتی اور شوکیس میں ایک رقاصہ کے جسم پر بلاؤز دیکھتی ہے ———

تو نظر ہٹاتی بھی نہیں ——

وہ دیواروں پر آگ اگلتی توپ بندوق کے سامنے دو لڑکے اور لڑکیوں کو گلے ملتے دیکھتی ہے ———

تو سینما کا جیسا مزا لیتی ہے ———

اب اسے گھر کی چار دیواری اچھی نہیں لگتی ——— پردہ تو بڑے چھوڑ ہی چکے ....؛

بتائیے !

ایسے لڑکے اچھے باپ اور ایسی لڑکیاں دوست دارانِ اہلبیتؑ اور کنیزانِ فاطمہؑ و زینبؑ بن سکیں گی ؟؟

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ ، آئینۂ دل ہے مکدّر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر

طالبات

بچیاں ، اسکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی میں پہنچتی ہیں تو

گھر کی غفلت سے یا وہ لڑاکا بن جاتی ہیں ——
بے باک —— دلیر ——
آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے والی ——
دریدہ دامن ....

یہ لڑکیاں، عائلی زندگی اور گھریلو معاشرت سے بڑی حد تک بدل جاتی ہیں —— شوہر اور اولاد سے ان کا طرزِ بود و ماند دوستانہ یا افسرانہ یا قانونی قسم کا ہوتا ہے۔ اس لیے مستقبل کی پیش بندی کے طور پر ماں ہی سوچ سکتی ہے کہ اس لڑکی کی اٹھان کیسی رکھی جائے۔

نسوانی حس —— معاشرتی رجحان اور فکری، دینی و اخلاقی مزاج کیونکر قابو میں رکھیں۔

ایسی لڑکیوں کی تربیت میں ذرا سی غفلت زندگی کو وبال بنا دیتی ہے۔

اعلیٰ ذہنی و فکری تربیت کے لیے مجتہد کا مجموعۂ مسائل —— "توضیح المسائل" —— سورۂ نور کی تفسیر اور سیرتِ اُمّ المومنین خدیجہؑ و فاطمۂ زہراؑ..... پڑھنے پڑھانے پر خاص توجہ دیں۔

نماز کی پابندی ——
اور ——
امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر نظر رکھیں ——

مجلس و ماتم

کچھ گھروں میں مجلس و ماتم، میلاد و وعظ عام طور سے ہوا کرتے ہیں

کچھ گھروں میں کبھی کبھی، کچھ لوگوں کے یہاں شرکت کی رسم ہے ۔ گھر میں یہ انتظام نہیں ہوتا ۔

مگر .... کی کہانی ——— لکڑ ہارے کی کہانی ۔

کی رسم نئی نئی چل نکلی ہے ۔

ہم جانتے ہیں کہ کہانی کے نام پر جو کچھ پڑھا جاتا ہے ۔ اسے اہلِ دانش خواتین بھی نہیں سنتیں ، نہ سننا چاہیئے ۔

محرم ، صفر ، ربیع الاوّل ، شعبان ، رمضان پانچ مہینے بہت اہمیت رکھتے ہیں ۔ تربیت اور تقویٰ ، دینی تعلیم اور فکری نشو و نما کا اچھا ماحول قائم ہوتا ہے ۔ مجلس و ماتم میں پرخلوص شرکت ، یہ اہتمام حصہ لینے کی سعی اور تقریر و تحریر ، مرثیہ و ماتم تو دھیان سے سننا اور پڑھنا چاہیئے ۔

اگر لڑکیاں دو ماہ تک شہادتِ امامؑ اور تاریخ کربلا پر غور کریں تو بڑے اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں ۔

کربلا ہماری ہر طرح کی رہنما ہے

ربیع الاوّل حضرت خاتم الانبیاءؐ سے خصوصی نسبت رکھنے والا مہینہ ہے ۔ اس میں میلاد و جشن رسمی طور پر نہیں، عقلی انداز میں منعقد ہوں ۔ سیرت ، اسلام ، تعلیمات و تاریخ کا مطالعہ ، رسائل و مجلات کا مطالعہ کیا جائے ۔

شعبان ، حضرت ولیٔ عصر امام آخرالزمان عجل اللہ فرجہ کے جشنِ ولادت کا مہینہ ہے ۔ اس مہینے میں اپنے امام کی معرفت اور بحیثیتِ شیعہ کے اپنے فرائض سے باخبری اور تجدید عہد کرنے کی طرف توجہ دینا دلانا چاہیئے ۔

ماہِ رمضان، خواتین اور لڑکیوں کی گھریلو مصروفیتوں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ـــــ!

رنگارنگ پکوان ـــــ افطاری کا اہتمام ـــــ سحری کے لیے اٹھنا ـــــ قرآن پڑھنا اور سُننا ـــــ

اس موقع پر اگر خاندان کی بڑی بوڑھیاں اور پڑھی لکھی بیبیاں ذرا سی توجہ دیں تو بچّوں کی نفسیات کی جلا، تقویٰ کی جانب بڑھنے، توبہ کرنے، دل کو قابو میں رکھنے، غریبوں کی خبر گیری اور بے شمار پہلوؤں کی دیکھ بھال کرسکتی ہیں۔ فکری تربیت کا یہ بہترین مہینہ ہے۔

محرم اور رمضان میں اچھے گھر، پاک ضمیر گھروالے پہچانے جانتے ہیں۔ تعلیم یافتہ خوشحال گھروں کو ان دنوں اپنے فرائض پر توجہ دلانا ـــــ "ماں" کا فریضہ ہے ـــــ

اور ـــــ ایسے ہی گھروں کی قرآن میں تعریف کی گئی:

"ایسے گھروں میں ذکرِ خدا کی گونج رہتی ہے۔"

زیرِ نظر کتاب

خواتین کے لیے ہمارے یہاں کتابیں معدودے چند ہیں۔ ہماری پڑھی لکھی خواتین کے قلم سے تو دو ایک مختصر چیزوں کے سوا دیکھا پڑھا کچھ نہیں۔ بہت دنوں سے دل چاہتا تھا کہ ایک دو کتابیں لکھوں۔ مگر سوال یہ تھا کہ لکھوں ـــــ؟

چھاپے گا کون ـــــ؟ چھپواؤں۔؟ تو خریدے گا کون۔؟

بانٹ دوں تو پڑھے گا کون ـــــ؟

مولانا شرف الدین صاحب نے اصرار کیا اور مجھے کتاب کسی حد تک پسند بھی آئی اور ڈاکٹر قائمی صاحب کی کتاب "نقشِ زنان در تاریخِ عاشورا" کا یہ ترجمہ ہو گیا۔

"تاریخ عاشورا میں خواتین کا حصہ" سادہ سی کتاب ہے۔ اس کا سرچشمہ مجالس ہیں۔ ہم سب نے محرم کی مجلسوں میں جو کچھ سنا ہے، اسے ایک ترتیب سے لکھا اور ایک زاویے سے دیکھا پھر اس کے بارے میں سوچا گیا۔

امام حسینؑ کی شہادت، حکمت و دانشِ اسلام کے لیے چشمۂ حیات و سربلندی ہے۔ کربلا ـــــ مرکز نور و ہدایت۔

اس واقعے نے آزادی، صداقت، عدل والسانیت کو معراج بخشی۔

آدمیت کا فروغ نام حسینؑ ـــــ

اور ـــــ

زندگی کا دوام شہادتِ امام حسینؑ ہے ـــــ

در نوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہلِ حق حریت آموز از حسینؑ

حسینؑ نوائے زندگی کا سوز بن چکے ہیں۔ حسینؑ سے آزادی کا سبق سیکھا گیا اور سیکھا جاتا رہے گا۔

اس کتاب میں چند سبق جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امام حسینؑ چونکہ ہادیٔ امت ہیں اور بقولِ جوشؔ "چرخِ نوعِ بشر کے تارے ہیں" اس لیے ایک سوال یہ ہے کہ ـــــ،

حسینؑ تھے کون ـــــ؟

اس کے جواب میں ایک بات کہی جاتی ہے :

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ——————

اور ——————

ام المومنین خدیجہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نواسے ——

ابو طالب بن عبد المطلب و فاطمہ بنت اسد رضوان اللہ علیہما ——

کے پوتے ——————

علی و فاطمہ علیہم السلام کے بیٹے ——————

امام حسنؑ و حضرت زینبؑ کے بھائی ——————

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ایک گفتگو یہ بھی ہوئی ہے کہ ان کی تربیت کس نے کی اور ان کا خاندانی پس منظر کیا تھا ؟

مفکر اسلام علامہ اقبال نے فلسفیانہ مطالعہ کے نتیجہ میں کہا :

سیرتِ فرزندہا از امہات

جوہرِ صدق و صفا از امہات

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ

مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ

اولاد کی سیرت ، اولاد کا کردار ماں بناتی ہے ،

صدق و صفا ، انسانیت و ایمان ماں کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر بتولِ عالم نسواں ، سیدۂ عالمیاں ، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا خواتینِ دنیا اور مادرانِ امتِ محمدیہ کے لیے "اسوۂ کامل" اور "مثالی" حیثیت رکھتی ہیں ——— !

اور زینب ؟

اپنی عظیم ماں کی عظیم بیٹی ـــــــ

اپنے بڑے بھائی کی بے مثال بہن ـــــــ

تربیت ـــ علم ـــ جہاد ـــ تبلیغ ـــ ضبط و نظم ،

تدبیر و تدبّر ـــــــ تقریر و بحث غرض ہر میدان میں خواتین عالم کے لیے رہنما۔

عصرِ عاشور تک واقعاتِ کربلا کے مرکز و محور امام حسینؑ

اور ـــــ

بعد عصر عاشور ، حضرت زینبؑ ـــــــ

کربلا کے واقعے میں رنگ دونوں نے بھرے

ابتدا شبیرؑ نے کی انتہا زینبؑ نے کی

زیر نظر کتاب میں خواتین کے لیے اسی ابتدا و انتہا سے درسی فوائد جمع

کیے گئے ہیں ۔

فقط

سیّد مرتضیٰ حسین

صدر الافاضل

۲۸ صفر ۱۴۰۵ھ

دوسرا حِصّہ



عورت کی زندگی پر ایک نظر

تاریخِ قدیم

تاریخِ قدیم اور پرانے معاشروں میں عورت کے بارے میں عجیب عجیب خیالات اور رویّے تھے ۔ کوئی اسے انسان وحیوان کے درمیان پُل جانتا تھا۔ کوئی اسے نجس اور منحوس سمجھتا تھا۔ اس کا سایہ ناپسند اور اس کا ساتھ بُرا تھا —— ہندوستان میں اب تک اس کے گہرے نقش موجود ہیں۔

جب اور جہاں انسان بکتا تھا وہاں لونڈی کی قیمت جنسی معیار پر متعین ہوتی تھی ، وہ دست گرداں جنس لذّت تھی ۔ اس کے دو کام تھے :

- —— مرد کی خدمت
- —— نسل کشی

اس کے علاوہ عورت کچھ نہ تھی ۔

عورت جنگ وخون کا سبب قرار پائی ۔ حصول زن کے لیے جنگ کی گئی ، عورت فتح میں آئی ، عورت مالِ غنیمت بنی ، زینتِ پہلو ، آرامِ بغل ، لذتِ شب اور شمعِ محفل ، اگر صاحبِ اولاد ہوئی تو خیر —— ورنہ

سوختنی و فروختنی ، ذلیل و بے وقار۔

ہندوستان میں لڑکی ، خاندان کی کمزوری اور ماں باپ کے لیے زیر باری تھی۔ عربستان میں عورت کا وجود خاندان کے دامن پر دھبہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ لڑکی کا تصور کر کے بے آبروئی اور ذلت کے خیالات میں ڈوب جاتے تھے۔ بیٹی کی خبر ولادت باپ کو آنے والے خطرات سے ڈرانے لگتی، اس کا چہرہ بھڑک اٹھتا تھا۔ وہ اسے زندہ درگور کرنا پسند کرتا تھا۔

تاریخ کے طویل بہاؤ اور زندگی کے طوفانی دور میں، عورت لگاتار، نشیب و فراز، رنج و اہانت کا نشانہ اور مصائب و مشکلات کا ہدف بنی رہی ہے۔ چونکہ اسے جاہل رکھا گیا۔ اس لیے خود اس کے لیے بھی یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ اپنی منزلت پہچانتی۔ اور اپنی صحیح جگہ حاصل کرتی۔

اس گراوٹ کے اسباب کیا تھے؟ سردست اس بحث کی تو گنجائش نہیں ہے۔ صرف ایک نکتہ ضرور عرض کروں گا:

عورت کی بدنصیبیوں کا اکثر و بیشتر سبب خود ان کی ہم جنس عورتیں ہی ہوئی ہیں جو سادہ لوحی سے اخلاق باختہ لوگوں کا آلۂ کار بن کر انجان اور بے خبر لڑکیوں کو جسم فروش بنا دیتی ہیں۔ پھر دوکانوں کے شوکیس ، مال کا اشتہار، سینما کا کاروبار اور عشرت کدوں کا شور و رونق بنا کر ان کے ساتھ ماضی بعید سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔

عورت
مغربی تہذیب میں

مغرب کا موجودہ تمدن اسلام کے بعد وجود میں آیا۔ فطری طور پر اس

کا تذکرہ بھی اسلام کے بعد ہونا چاہیے لیکن ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام سے پہلے مغرب نے عورت کی قدر و قیمت بڑھائی ہے۔

آیئے! پہلے ہم یہی بات کرلیں:

مغرب نے عورت کو آزادی دی ——— احترام اور قدر و قیمت بخشی ———؟

تحقیق سے یہ دعویٰ غلط نکلتا ہے۔

عورت آزاد ہوئی ہے ——— کس بات کے لیے؟ کس غرض اور کس گراؤنڈ پر ———؟

وہ آزاد ہے۔ یعنی وہ ہر بھوکے کی آواز پر دوڑے اور اس کی گود میں جا بیٹھے۔ اس راہ میں کوئی رکاوٹ اور اس کام میں اس پر کوئی پابندی نہیں۔

عورت آزاد ہے۔ یعنی بدکاروں کی نظر کے سامنے رہے۔ جنسی آگ میں جلنے والوں کی آگ بجھائے ——— پیے اور پلائے ——— پھر ننگی ناچے۔

ناچ جو مشکل ترین کام ہے، مشکل ترین مشقت ہے۔ وہ یہ محنت کا کام اس لیے کرے کہ مرد اس سے لطف اندوز ہو ———؟

عورت اپنی مادی اور روحانی جہت میں آزاد نہیں۔ وہ اپنے معاملات کو خود ہموار نہیں کرسکتی۔ وہ اپنی سرنوشت کے بارے میں خود نہیں سوچ سکتی۔

عورت آزاد ہے ——— آزادی کا خاص مطلب ہے۔ آزادیٔ نسواں دراصل مردوں کی آزادی ہے۔ مرد جس طرح چاہیں عورتوں کو استعمال کریں۔ عورتوں کو تر نوالہ کھلائیں، پیسے اس کی جیب میں ڈالیں۔ ایک قیمتی چمڑا، ایک سونے کی زنجیر، عمدہ قسم کی لپ اسٹک، موٹر کار، سامانِ آرائش،

زیور دیں اور قیدی بنا ہیں۔ اپنے جال میں پھنسا ہیں۔ اور کچھ دن میلے اور راتیں اکیلے گزار کر ٹھوکر مار دیں۔

عورت کے بارے میں مغرب کا رویہ۔ نام نہاد محترم کنیز، نہائی دھوئی لونڈی، خوبصورت خادمہ یا ڈکٹیشن لینے والی نوکر، زریں کمر کلرک، مردوں کا کھلونا، طناز، عشوہ گر، گرمیٔ محفل، نشہ آور چیز سے زیادہ کچھ نہیں ـــــ!

مغرب نے عورت کو ایسے گروہ کے حوالے کیا ہے جو عورت کو صرف لذت اور اپنی پسند کے لیے چاہتا ہے اور جیسے ہی دل سیر ہو جاتا ہے اسے دور پھینک کر نئی الجھنوں اور ذہنی و جسمانی اذیتوں میں، زندگی کے گندے قید خانے میں تڑپنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

مغرب کی عورت ذہنی کرب میں گرفتار اور چند روزہ خوش گزرانی کے بعد دائمی غموں کے شکنجے میں بےبس قیدی ہے۔

مغربی نظامِ تمدن میں عورت کی غرض، خاندان کی گرم و حیات آفرین زندگی سے محرومی ـــــ بے سربراہ اور ناجائز اولاد کی پیدائش و فراوانی ـــــ عیاش نوجوانوں کی گرمیٔ بغل مہیا کرنا ـــــ مردوں کو عورت کے نان و نفقہ کے بوجھ سے بچانا ـــــ ایک معاشرے کو ایسی نسل تیار کر کے دینا جو شترِ بے مہار ہو ـــــ احساسات سے عاری اور احترامِ آدمیت سے بے خبر ہو۔

مغرب جب اس دلدل میں پھنس چکا تو اسے ہوش آیا ہے اب اسے اپنے کیے کا نتیجہ بھگتنا ہی پڑے گا[1]

[1] مغرب میں باکردار و خودشناس خواتین ہیں مگر یہ طبقہ مذہب (باقی اگلے صفحہ پر)

عورت اور اسلام

اسلام نے عورت کے بارے میں تمام گزشتہ رسم و رواج کو پرکھا۔ ہند و یونانی دبستانوں میں اسے نجس و منحوس مخلوق اور خاندان کے کاندھوں پر بوجھ کہا جاتا تھا اسلام نے اس کو مسترد کر دیا۔ اسلام نے عورت کو حقارت و پستی کے بجائے رحمت و نعمت قرار دیا۔

یورپ کے عہد تاریک میں عقیدہ تھا کہ عورت بحران پیدا کرنے اور دنیا برباد کرنے والی شے اور قابلِ خرید و فروخت و بکاؤ مال ہے۔ اس کا فائدہ فقط جنسی خواہش پوری کرنا ہے۔

اسلام نے اس عقیدے کی تردید کی اور عورت کو انسانی معاشرے کا معزز رکن تسلیم کیا۔ اسے تہذیب کی ترقی اور تمدن کی بقا کا ضامن، آزادی و قدر و اعتبار کا مالک بتایا ہے۔

اسلام جس ماحول سے ابھرا اس میں عورت کا وجود ماں باپ کی شرمندگی کا باعث تھا۔ سنگدل باپ کسی بات کا لحاظ کیے بغیر اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

اسلام اس رویے کے بارے میں خاموش یا غیر جانبدار نہیں رہا۔ اس

(بقیہ حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ) اور اخلاق کا قائل ہے۔ اس لحاظ سے یہ بے اخلاق اور بے عقیدہ آزاد معاشرے سے تعلق نہیں رکھتا۔ ہماری گفتگو عام زندگی، عام معاشرے اور عام نعروں پھر ان کے ردعمل سے ہے۔

نے ایک انقلابی راستہ نکالا ۔عورت کو باعزت و احترام صنف ماننے کے علاوہ اس کے تقدس کا اہتمام کیا۔

اسلام نے عورت کو اس ذلت آمیز ماحول سے نجات دلائی ۔ اسے مرد جیسا فرد منوایا ۔ وہی جوہر ، وہی روح ، وہی قدر و قیمت ، وہی حقیقت و ماہیت بتائی ۔

اس نظام میں عورت مرد سے بہتر یا کمتر کا سوال نہیں رہا ۔ اسلامی معاشرے میں بعض حالات میں مرد سے کمتر ، بعض میں برابر ، بعض زاویوں سے اسے مرد سے بہتر قرار دیا ہے ۔

اسلام کی نظر میں قرآن مجید کی بنیاد پر عورت آیاتِ خدا میں سے ایک آیت ہے ۔ وہ تخلیق کی ایک عظیم نشانی ہے ۔ اس کا حسن ، حفاظتِ عفت و تقویٰ میں ، اور اس کی صحیح قدر و قیمت پاکیزگی و پاک دامنی کے سائے میں ہے ۔

اس کی کمزوری کوئی عیب نہیں ۔ نقص اگر ہے تو بدکرداری میں اور بے عفتی و بے شرمی میں ہے ۔

اس کی قدر و قیمت دفتروں کی آمد و رفت میں نہیں ، جہاں وہ کلرک یا ٹائپسٹ ، کسی وزیر کی پی اے بن جائے اور وزارت حاصل کرے ۔ دراصل اس کا مرتبۂ کمال یہ ہے کہ کامل و مکمل نسل کو پروان چڑھائے ، ذمہ دار ، باتقویٰ و باشرافت ہو ۔ وہ معاشرتی معاملات میں مردوں کے پہلو بہ پہلو کام کر سکتی ہے لیکن اس کی برتری اسی میں ہے کہ اپنی نسل کی تربیت کرے ۔ اس سلسلے میں خود اس کی اولاد کو اولیت حاصل ہے ۔ ماں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی رہنمائی سے اپنی اولاد کو سب کے لیے مثالی کردار و

مومن بنائے۔

عورت کی اہمیت
اور اس کے حقوق

ہم مسلمانوں کی نظر میں عورت بڑی اہمیت کی مالک ہے اس کی حیثیت کئی زاویوں سے بے حد مؤثر ہے۔ وہ اپنی جگہ پر کشش اور مجسّم محبّت ہے۔ وہ فرد اور معاشرے کی تربیت کرتی ہے۔ استانی بلکہ استاد سے بھی بلند مقام رکھتی ہے کیونکہ اس کا لہجہ بچّوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے۔

عین اس وقت جب وہ اپنے رفیقِ حیات و ثمرِ زندگی کے لیے خوراک مہیّا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتی ہے اسی لمحہ وہ معاشرہ کو مومن و مجاہد، عالم و محقق، قائد و سپہ سالار دیتی ہے۔ وہ "ماں" ہے جو ایک ہاتھ سے جھولا جھلاتی اور دوسرے ہاتھ سے پوری دنیا کو ہلا سکتی ہے۔ اس کے قدموں تلے جنّت ہے۔ وہ معاشرے کو جنّتی یا جہنمی افراد دینے کی ذمہ دار ہے۔

اسلام میں عورت کو مردوں جیسے حقوق دیے گئے ہیں (مساوی نہیں)، فطری ساخت، طبیعی مزاج، عادات و احساسات کی بنیاد پر، ان فرائض کی بنا پر جو اسے اسلامی معاشرے میں بطور منصب سونپے گئے ہیں۔ اس کے امکانات و اختیارات ایسے ہیں جن کا برملا اظہار کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی رعایت و استحقاقی حالت تقابلی طور پر مردوں سے برتر ہے۔

خدا نے جو صلاحیتیں اسے دی ہیں ان کے سہارے وہ انسانی عظمتیں اور افتخار آدمیت حاصل کر سکتی ہے۔ اسے حق ہے کہ اجتماعی زندگی و معاشرتی معاملات میں مؤثر اور براہ راست کام کرے۔ بشرطیکہ بہانہ طلب اور

بدکرداروں کا کھلونا نہ بن جائے اور لوگ اس کے وجود سے غلط فائدے نہ حاصل کریں اور وہ فریب کا نشانہ نہ بنے۔

اسلام اور تربیتِ نسواں

اسلام نے صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لیے عورت کی تعریف کی، اس کی ذات کو نمایاں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا احترام کیا عزت و انفرادیت بخشی۔ صالح عورت کو جنت کا پھول، بیٹی کو ماں باپ کا گلدستہ کہا۔ ماں باپ کو اس کی تربیت، بہتری و محبت و نگہداشت کا ذمہ دار بنایا۔

وہ انسانی تاریخ و معاشرے میں اب تک ظلم و ناانصافی کا شکار ہوئی تھی اسے بھولی بسری چیز سمجھا گیا تھا۔ معاشرتی حقوق سے محروم اور علم سے دور چلی آرہی تھی۔ مرد اس پر بُری طرح مسلّط تھے۔

اسلام نے آتے ہی سب سے پہلے عورتوں کے معاملات کو شکل و صورت بخشی، اسے کس مپرسی کے عالم سے نکالا، اسے ذات کا شعور اور قانون و حقوق شناسی کے قابل بنا دیا۔

تاریخ اسلام میں ازواج صحابہ (صحابیات) کے عنوان سے ایک خاص درجہ معین کیا گیا۔ ان کی سرپرستی اور دیکھ بھال براہ راست حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ ان کی معلومات کی سطح، ان کی تعلیم کا معیار بلند کرنے کا انتظام تھا۔ انھیں شوہروں کی تعلیم، محاذ جنگ پر جانے اور بیماروں کی ابتدائی طبی امداد اور زخمیوں کی دیکھ بھال، کبھی بیعت لیتے وقت مردوں کے ساتھ عورتوں سے بیعت لینے (سیاسی عمل) کی عزت بھی عطا کی۔ سرور دو عالمؐ کی توجہ نے عورت کو نیا وجود بخشا، باعزت وجود، باتشخص وجود۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی دیکھیے ——— !

حضرت زینبؑ کی کارکردگی پر نظر ڈالیے ——— !

حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں ان کے جلسے اور خواتین کو صورتِ حال سے باخبر کرنے کی مہم۔

اسی طرح دوسرے ائمہ کے زمانے میں خواتین کی طرف سے حمایت اور اجتماعی کوششوں میں حصّہ۔

ائمہ کی طرف سے شوہروں کو بیویوں کے حقوق کی یاد دہانی ،

اور ———

مادر و خواہر کے احترامات کی تعلیم ———

عہدِ نبویؐ کی محنتیں بارآور ہوئیں اور حضرت علیؑ کے زمانے میں متعدد خواتین نے حمایت حق کی، جن میں سے ایک حضرت "سودہ" اپنے غیر معمولی کردار کی وجہ سے تاریخ کو یاد ہیں۔ انھوں نے حضرت علیؑ کی حمایت میں جوانوں کو اقدام پر آمادہ کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

اسلام کی حیرت انگیز تبدیلیوں میں بہت بڑی تبدیلی عورت میں تبدیلی تھی جسے بنی امیہ اور بنی عباس نے سخت نقصان پہنچانے اور اسے عہدِ قدیم میں لے جانے کی کوشش کی۔

یہ اور بات ہے کہ حافظینِ اسلام یعنی ائمہ اہل بیتؑ نے ان کی سعی کامیاب نہ ہونے دی۔ اور تعلیم یافتگانِ دبستانِ رسالتؐ خواتین ابھرتی رہیں۔

اہل بیتؑ کی اس کوشش کا بھرپور نتیجہ تاریخِ عاشورا میں نظر آتا ہے۔

ہجرت کے ٹھیک اکسٹھ (۶۱) سال اور ظہور دعوتِ پیغمبر علیہ السلام سے چوہتر (۷۴) برس بعد اسلام کی دوسری نسل روئے زمین پر اپنا وجود منوا رہی تھی ———

کربلا ———— !

اسرار اہل بیتؑ ———— !

تاریخ عاشورا

واقعۂ کربلا کوئی چھوٹا اور عام واقعہ نہیں ہے —— یہ واقعہ دُنیا کے عظیم واقعات سے بھی عظیم تر ہے ۔ اس کے نفسیاتی اثرات آج بھی جذبات، تربیت —— سیاست —— فوج — اور متحرک معاشرے تک پھیلے ہوئے ہیں اور اندازہ یہی ہے کہ یہ اثرات باقی رہیں گے ۔

جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں اس کے بعُد بڑھتے اور چھاتے جارہے ہیں کیونکہ اس واقعے کی جڑیں محروم عوام اور گرفتارانِ ظلم کے دلوں میں اتری ہوئی ہیں ۔

یہ سانحہ دلوں کو برماتا اور جذبات کو چھیڑتا ، غیروں کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنوں کو رلاتا رہتا ہے ۔ جو شخص بھی اس واقعے کی چھان بین شروع کرتا ہے وہ گہرے تاثر میں ڈوب جاتا ہے ۔

حسینیؑ انقلاب تاریخ میں بہت سی خصوصیات و امتیازات کا مالک ہے بلاشبہ یہ خصوصیات کسی اور واقعے میں موجود نہ تھیں جن میں سے ایک خصوصیت اسلام زندہ کرنے کی قوت ہے ۔

تاریخ کو حکایات سے ہٹ کر مقاصد، اسباب و نتائج کی بنیاد پر دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ

امام حسینؑ نے شرافت ، ایثار اور مقصد پر جس شان سے جان قربان کی ۔ حریف نے اسی کمینگی ، ظلم اور اسلام دشمنی سے کام لیا ——

جس کی اصل جواب دہی تو اسے خدا کے یہاں کرنا ہوگی ـــــــــ ،
مگر تاریخ میں بھی ـــــــــ
اسے دائمی شکست و رسوائی سے یاد کیا جائے گا۔
یزید کلِ کفر بن کر ـــــ کلِ اسلام حسینؑ کے مقابلے میں آیا اور دیکھنے میں وہ فتح کے نقارے بجاتا پلٹ گیا ـــــ
لیکن ـــــــــ
حقیقت و واقعہ میں امام حسینؑ اور ان کے ساتھی ہی جیتے ـ
انھیں کی جیت کے ڈنکے بجتے رہیں گے ـــــ

عورتوں کا کردار
اس تاریخ میں

کربلا اسلام کی زندگی کا سبب ہے۔
مجاہدین کربلا نے اسلام پر جان قربان کر کے دین کو بھی بچایا اور خود بھی زندۂ جاوید ہوئے۔
اس محاذ پر کام کرنے والے مردوں کی عورتیں بھی برابر کی حصہ دار تھیں وہ خواتین جن میں انسانیت کی تمام خوبیاں اور فضائل جمع تھے۔
احساس فرض ، مقصد شناسی ـــــ اور ـــــ ذمہ داری بجا لانے کی فکر ـــــ
اگر کسی دور میں بیٹی کے نام سے ماں باپ کا سر احساسِ بے عزتی سے جھکتا اور چہرے کا رنگ اڑتا تھا تو یقیناً کربلا کی خواتین نے اپنے آباؤ اجداد کو آبرو بخشی ، انھیں تاریخی عزتوں سے سربلند کیا۔ ان کی قدر و قیمت بڑھائی۔

واقعۂ عاشورا میں عورت کبھی خیموں کے اندر تھی کبھی میدانِ جنگ میں ہر جگہ مصروف پیکار اور شکست ناپذیر۔

کبھی پانی کی طرح نرم ——— کبھی فولاد کی طرح کوہ شکن۔

باطل کے سامنے نہ جھکنے والی ———

خدا جانے تاریخ عاشورا میں کتنے بڑے بڑے کارنامے ان خواتین کے ہاتھوں رونما ہوئے۔ کتنے شجاعت آفریں اقدامات ان شیر دل خواتین نے کیے جو دیکھنے والوں نے دشمنی سے چھپا دیے اور تاریخ میں آنے سے رہ گئے۔

اللہ نے عورتوں پر جہاد واجب نہیں کیا۔ فساد و شرک و کفر سے ٹکر مردوں کی ذمہ داری قرار دی ہے۔ لیکن جب سرحدِ اسلام دشمنوں کے حملوں کی آماجگاہ ہو یا شریعت کی بنیاد کو خطرہ ہو، حملہ آور کے مقابلے میں مردوں کی نفری کم ہو اور مزید قوت درکار ہو۔

تو ———

خواتین پر میدان جنگ میں کس شان سے آنا فرض ہے ؟

اس کا جواب کربلا کی خواتین نے دیا۔

تاریخ کربلا نشاندہی کرتی ہے کہ عورت بھی انسانی بلندیوں کے آخری درجے تک پہنچنے میں مردوں بلکہ شہیدان اسلام کے پہلو بہ پہلو چل سکتی ہے، بہت سے دلاوروں سے آگے بڑھ سکتی ہے۔

وہ بھی کعبۂ اسلام کی تعمیر، قرآن و آئینِ حق کی حفاظت اور خدا کی راہ میں نبرد آزما ہو سکتی ہے، وہ بھی قابل توجہ اور لائقِ احترام نتائجِ جدو جہد پیش کر سکتی ہے۔

عاشور اور بعدِ عاشور، تاریخ ساز خواتین نے مسلمان عورت کے امکانات اور اس گروہ میں اپنی بلندیوں کی حد بتائی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ عورت اپنی شخصیت کا اظہار کب اور کیونکر کر سکتی ہے۔

وہ امانتِ الٰہی کی امین اور اس کی محافظ ہے۔

بلاشبہ ان خواتین نے اسلامی حقائق اور پیامِ شہادت کے پھیلانے میں نئی سے نئی راہ نکالی اور نئی نئی مثالیں آئندہ نسلوں کو دے گئیں۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سی داستانیں بن کے رہ گئیں اور زیادہ شہرت نہ پا سکیں۔ دراصل ان عظیم خواتین کے بارے میں تاریخ کے پاس جو کچھ ہے وہ معجزہ نہ سہی تو کرامات ضرور ہے کیونکہ دشمنوں کی جو منصوبہ بندی تھی اس کی بنیاد ہی یہ تھی کہ اسلام، امام حسینؑ اور واقعاتِ کربلا و بعد کربلا کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

بحث کی ضرورت

عورت کی شخصیت، امکانات اور اس کی ارتقا پذیری کے پہلو اجاگر کرنے کے لیے ہم بحث و نتائج کا جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ عورت اسلامی نقطۂ نظر سے اسی دانش و بینش، سوجھ بوجھ اور شخصیت کی مالک ہو سکتی ہے جو مرد میں ہوتی ہے اور وہ اسی عزت و احترام کو حاصل کر سکتی ہے جو زندگی کی کشمکش میں مرد حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ گفتگو ان کے لیے بہت فائدہ رساں ہے جو صرف عورت ہونے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہیں یا مردوں کے اعزازات دیکھ کر اپنی ناتوانی محسوس کرنے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی وہ اس کا علاج مغربی تہذیب میں ڈھونڈتی اور آنکھیں بند کر کے اس ماحول میں داخل ہو جاتی ہیں۔

اس دنیا میں راستہ بھولنے والی نسل اپنے نفسیاتی خلا کو پُر کرنے اور اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لیے ہر سیاہ و سفید پر ہاتھ ڈالتی اور ہر الٹی سیدھی پٹی پڑھانے والے کی بات ماننے پر تیار ہو جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب ان کے لیے روشن راہ ثابت ہوگی۔

اس کاروباری دنیا میں جہاں بے خبر اور بلا خواہش، عورت کو سرمایہ دار اور تاجر خریدتے اور اس سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں وہاں انتہائی ضروری ہے کہ ان خواتین کو خود ان کی صنف کی ایسی عورتوں سے باخبر رکھا جائے جو سمبل (SYMBOL) اور مثالی تھیں ——— اور ہیں۔

انھیں انسانی شخصیت کے عناصر و اجزاء ترکیبی بتائے جائیں جس سے ان کا نفسیاتی خلا پُر ہو اور گمشدگی اور اپنے وجود سے ناواقفیت کا احساس ختم ہو اور وہ اپنے وجود کے مثبت پہلو دریافت کر سکیں۔

اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ

مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ج

"ہم تمہارے عمل کی جزا ضائع نہیں کریں گے
مرد ہو یا عورت"

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط

وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط

مردوں کو ان کے کیے کا حصّہ عورتوں کو
ان کے عمل کا اجر ملے گا۔

(اَلْقُرْاٰنُ)

تیسرا حصّہ



خواتینِ کربلا کون تھیں؟ کیا تھیں

تاریخ کے دمکتے چہرے —— دبستانِ اسلام کی زیر تربیت یافتہ،
پاک و دلیر —— مَردوں کی ہم پایہ —— عفت مآب ——
باعزیمت ، اسی زمین کی اور سب جیسی شکل وصورت والی عورتیں۔ ویسی
ہی فطرت وجبلت ، اسی طرح ماں اور باپ کی گودوں میں پلی ہوئی ،
کچے مکانوں یا صحرائی خیموں میں زندگی گزارنے والی ——

مگر ——

مقاصد سے باخبر —— مومنہ —— مخلص —— راست باز
ان خواتین کے اخلاق وکردار کے بارے میں جتنی باریک بینی سے کام لیا
جائے اسی قدر ان کی شخصیت مدح وثنا کی مستحق اور جس قدر ان کی ذات
گہرائی اور ہمہ جہتی کی کسوٹی پر کسی جائے اسی قدر حیرت بڑھانے والی باعزیمت عورتیں

کیسی عورتیں ؟

مؤدب ، مہذب ، مہربان ، رحم دل ، خبثِ باطن اور کدورت و
حسد سے پاک ، سراپا فضیلت وتقویٰ ، سب کی سب ایک مقصد لیے ہوئے،

سب کے احساسات یکساں ـــــ سب شعور آفریں ـــــ تاریخ عاشور کی زنجیر میں ایک دوسرے سے وابستہ کڑیاں ـــــ ایک کو بھی الگ کر لیجیے تو شیرازہ بکھر جائے۔

سب عورتوں کی طرح دل اور احساس و جذبات رکھتی تھیں۔

ہاں! یہ ضرور تھا کہ تربیت کی بدولت وہ جذبات کے قابو میں نہ تھیں ـــــ جذبات پر انھوں نے قابو پا لیا تھا۔ اس لیے وہ بااصول اور مثالی بن گئی ہیں۔

عام عورتوں کی طرح وہ بھی آسودہ زندگی بسر کرنا چاہتی تھیں۔ انھیں بھی خواہش تھی کہ اپنے جوان یا بوڑھے شوہروں کے ساتھ شب و روز گزاریں، آزادی سے بولیں چالیں، ہنسیں، کھیلیں۔ ہم سن، ہم محلہ اور خاندان کی عورتوں میں بیٹھ کر رشک و حسد، چغل خوری و عیب جوئی اور قصے کہانیوں میں وقت گزاریں ـــــ دلفریب آرائش اور نمود و نمائش کے مقابلوں میں دوسروں کو نیچا دکھائیں۔

مگر نہیں ـــــ

ان خواتین نے ذمہ داری اور اپنی شخصیت کا احساس کیا ـــــ،

وہ فرض شناس ثابت ہوئیں ـــــ

انھوں نے غور و فکر سے کام لیا ـــــ ان کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ اس دورِ پر آشوب، اس عہدِ فتنہ پرور اور فریب و فساد کے عالم میں خاموش تماشائی بنے رہنا۔ ان کے نزدیک معقول نہ تھا۔

ان کے نزدیک ـــــ،

کفر و الحاد کے غرور آمیز تیور اور "انا و لاغیری" کے دعوے خاموشی سے دیکھے اور سنے جانا غلط تھا۔

وہ سوچتی تھیں ——— اُٹھنا چاہئیے ——— !
جینے اور مرنے کا راستہ متعین کرنا چاہئیے ——— تاکہ ———
حق زندہ رہ سکے ——— اور ——— زندہ رہنے کا حق
اسلام ہی کو تو ہے ۔

مقصد کے انتخاب ، کارکردگی کی بلندی اورحسنِ کردار کی وجہ سے انھوں نے عالمی رہنماؤں کا درجہ حاصل کرلیا ۔ وہ قائدین کے زمرے میں آگئیں ——— !

ان خواتینِ عالی مقام نے امام حسین علیہ السلام کی تحریک کو دنیا بھر میں پھیلایا ——— یہی مقصد تھا ان شہیدوں کا جو عاشور کے دن کربلا میں خون کے دریا میں اُترے تھے ۔

یہ عورتیں تھیں مگر ایک انسانِ کامل کی تمام جہتیں ، تمام خوبیاں ، بلکہ ملکوتی صفات بھی رکھتی تھیں ۔

معاشرتی زندگی میں دنیاوی خوشحالی کے اسباب ہونے کے باوجود وہ عبادت پر کمربستہ ہوئیں اور وہ بھی گھر سے نکل کر جہاد جیسے اہم کام میں مصروف ہوگئیں ۔

مراتبِ کمال ، انسانیت ، بنی نوع سے دوستی ، بشریت کی خدمت اور دنیائے محبت وتقویٰ میں ان کا کردار بے مثال ہے ۔ آگے بڑھ کر ہم ان گوشوں کو نمایاں کریں گے ۔

اگر انسانیت کے درخت میں صرف یہی پھل پھول ہوتے اور دوسری مخلوق ایسی نہ بھی ہوتی تو کافی تھا ۔ ان خواتین نے انسانی تخلیق کو بامقصد سمجھا ، بافلسفہ جانا ، اور اسے بلند نگاہی کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر عملی کر دکھایا ۔

بہت سے معاملات ہیں جن میں بظاہر مَردوں سے امیدِ سربراہی
ہوتی ہے ، تاریخ عاشورا اس سے مستثنیٰ ہے ـــــ
یہاں مرد افگن مسائل ہیں ـــــ مگر ـــــ خواتین انھیں حل
کرتی ہیں ـــــــــ
پھر نسوانی لطافت ، نسوانی انداز ، اپنے وجود کا اثبات
بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں ۔
کام مردانہ وار اور طریقہ احترامِ نسوانیت کا ـــــ ،

معصوم خواتین

کیا یہ خواتین معصوم اور گناہوں سے پاک تھیں ؟
نہیں ـــــــــ ہرگز نہیں ـــــــــ !!
ہاں ! انھوں نے جو اقدامات کیے ، جو کام انجام دیے وہ ایسے
تھے جو انھیں معصوموں کی صف میں لانے کے قابل بنا دینے والے تھے ۔ ان کا
عمل و کردار معصومانہ انداز کا تھا ۔
یہ خواتین وہ نہیں جن کی شان میں آیۂ تطہیر اتری ۔ مگر اسی راہ پر اور
اسی نصب العین کے ساتھ تھیں ۔
اصحابِ کسا کے قدم بقدم ، انھیں کے ساتھ ـــــ
امام حسین علیہ السلام اصحابِ کسا میں تھے ۔ یہ سب اسی عظیم مصداقِ
کامل آیۂ تطہیر کے اہلِ بیت ۔ ان کی خواتین ان کے خاندان اور ان کے جلو
میں تھیں ۔ وہ اہلِ بیت کی شبیہ نہیں تو ان کے سمبل، ان کے نمونے اور
ان کی سیرت کے مطابق چلنے والی ضرور تھیں ۔

تاریخِ عاشورا میں ایسی معـــززو مکرم خواتین کے نام دکھائی دیتے ہیں جو نہ معصوم تھیں نہ آسمانی مخلوق ـــــــ دُوسری عورتوں کی طرح عادات و اطوار، عقل وارادہ رکھنے والی ، گھر اور خاندانی زندگی بسر کرنے والی ،

مگر ـــــــ

ان مثالی شخصیتوں سے مستفید ہونے کے بعد وہ حق کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں اور کمالِ خلوص سے راہِ حق میں جاں نثاری کی اور تاریخ میں حیاتِ جاودانی کی مالک بنیں۔

انجمن

ان عورتوں نے ایک نظریاتی انجمن کی صورت اختیار کر لی - چند جسموں میں ایک روح ، رنگارنگ قبیلوں اور الگ الگ خاندانوں سے نکل کر یوں یکجا ہوئیں ـــــ جیسے ـــــ کہکشاں کے ستارے اور ان کا چاند ـــــ

بہت تھوڑے سے ستاروں والی کہکشاں ـــــــ ،

مگر ـــــــ

چمکدار اور روشن ـــــــ

کم ستاروں والی کہکشاں اس لیے کہ ان خواتین کی تعداد کم تھی۔

مگر عدد کی اہمیت ہی کیا ہے ـــــــ ؟

اصل تو معرفت ، خدا پرستی ، محبت دین ، بلندیٔ مقصد ، اور طہارتِ روح و وجدان ہے۔

دس بارہ عورتیں ـــــــ

مگر روشن ضمیر ، ہم عقیدہ ، ہم آہنگ ـــــ سب ایک ،

اس جمعیت میں جو گروپ دکھائی دیتے ہیں وہ ہیں :

- اولادِ علیؑ و فاطمہؑ
- حضرت زینبؑ و اُمّ کلثومؑ کی پہلو نشین خواتین
- گم نام و بادیہ نشین خواتین

الف : اولادِ علیؑ و فاطمہؑ

چند خواتین۔ حضرت فاطمۂ زہرا و علی مرتضیٰ علیہم السلام کی صاحبزادیاں تھیں۔ یہ بیبیاں مدتوں خاندانِ رسالت بلکہ خود حضرت معصومہؑ کی تربیت میں رہ چکی تھیں۔

کچھ خواتین ایسی تھیں جو اسی دبستانِ تربیت میں پلی بڑھی تھیں۔ اسی رنگ میں رنگی تھیں۔ ان سب نے اخلاص عمل اور راہ و رسمِ اسلام سے متاثر زندگی بسر کرنے کے طور طریقے اپنائے تھے۔

زینب سلام اللہ علیہا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی دختر بلند اختر جنھوں نے خطابت و تقریر میں باپ کا لب ولہجہ اور تیور دکھایا۔ اور عفت و پاکیزگی میں مادر گرامی، سیدۂ عالمیان و اہل جنت سلام اللہ علیہا کا چلن پایا۔ جو علیؑ کی طرح بہادر اور امام حسنؑ کی طرح خاموش و صابر اور امام حسینؑ کی طرح جاں نثارِ نبوت و امامت کے ادب آداب سے آگاہ۔ پیغمبر آخرالزمانؐ کا پاکیزہ خون رگوں میں رواں اور توحید کی خاطر اسلام کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ دل میں موج زن۔

جن گودیوں میں پلی تھیں وہاں غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے اور اسلام کے سوا کسی کا حکم ماننے کی اجازت کیسے تھی۔ انھوں نے اپنی والدۂ گرامی سے

یہ سبق سیکھا تھا کہ اسلام کے کسی پہلو پر ضرب لگنے سے پہلے اپنے پہلو پر چوٹ کھا لینے سے اصول اسلام میں کمزوری نہیں آنے پاتی۔

دروازے کا گرنا منظور مگر ارکان اسلام کا جھکنا برداشت نہ کرنا چاہیئے۔

ان کی خواہر محترمہ ام کلثوم کا بھی یہی انداز اور یہی کردار رہا۔ ان دونوں بہنوں کے زیرسایہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی بیٹیوں اور بیویوں کا تذکرہ نہ بھولیے۔ وہ سب زینب وام کلثوم سلام اللہ علیہما کی نگرانی و صحبت میں رہیں۔ راہ و رسم حیات انھیں عظیم خواتین سے سیکھے۔ مشکلات میں اپنا مقام حاصل کرنے اور اپنا فرض پورا کرنے کا دستور انھی سے سمجھا۔

ب: حضرت زینبؑ وامِ کلثومؑ کی پہلو نشین خواتین

دختران حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہی کے بارے میں گفتگو کافی نہیں ——— درست ہے کہ یہ خواتین بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ معصوم نہ ہونے کے باوجود غلطی کے موقع پر ان سے لغزش نہیں ہوئی ——— لیکن انصارِ امام حسین علیہ السلام کی خواتین بھی کم حیثیت اور نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔

یہ خواتین ایک عرصے تک حضرت زینبؑ وام کلثوم کی ہم نشین اور ان کے منصوبوں میں شریک، فکر و نظر اور عمل میں ان سے ہم آہنگ رہیں ———!

ان محترم خواتین نے شہزادیوں کا حقِ تربیت خوب ادا کیا

ان کے راستے ، ان کی منزل، ان کے مقصد کو اچھی طرح سمجھا۔ تاریخ عاشورا کے سلسلے میں ان باکردار خواتین نے طویل مقابلوں میں فرمان حضرت زینبؑ اور اقدامِ دختر سیدہؑ پر چشم و گوش لگا دیے۔

ان کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ ہاتھ اور پاؤں میں دوئی نہ ہونے پائے جو اِن کے ہاتھ کا اشارہ ہو قدم اسی طرف بڑھے۔

مسافرت و اسیری کے طویل منصوبے میں کربلا سے کوفے اور کوفے سے شام تک راستہ ہو یا منزل۔ حتّیٰ کہ مجلسِ ابن زیاد و دربار یزید میں حضرت کے گرد ہالہ بنی اور ان پر صدقے قربان رہیں۔ ان کو اپنے رہنما، امام و پیشوا کی جگہ مانا۔ جب بھی حضرت زینبؑ نے تقریر کی، ادب و خاموشی سے توجہ دی۔ اور جب شہزادی کی طرف سے پیش قدمی ہوئی یہ سب سکون و وقار کے ساتھ ان کی خدمت بجالائیں۔

ج: گم نام اور بادیہ نشین خواتین

اس سفر میں کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جن کے خاندان مشہور نہ تھے۔ ان کے گھرانے والوں نے کارنامے انجام نہ دیے ہوں گے۔ مورخوں کو ان کے نام و نسب یاد نہیں رہے۔ وہ کسی نسبت سے یاد نہیں کی گئیں۔ شاید ان کی پوری زندگی صحرا میں گزری تھی۔

بیابان اور چادرِ خیمہ اور اسی مزاج و ماحول کے مطابق مصروفیات، اپنے شوہروں کی مدد اور انھیں کی راہ پر چلنا۔

ہاں! خدا نے یہ قانون کبھی نہیں بنایا کہ شہیدانِ راہِ حق مشہور

یہ سبق سیکھا تھا کہ اسلام کے کسی پہلو پر ضرب لگنے سے پہلے اپنے پہلو پر چوٹ کھا لینے سے اصول اسلام میں کمزوری نہیں آنے پاتی۔

دروازے کا گرنا منظور مگر ارکان اسلام کا جھکنا برداشت نہ کرنا چاہیئے۔

ان کی خواہر محترمہ ام کلثوم کا بھی یہی انداز اور یہی کردار رہا۔ ان دونوں بہنوں کے زیر سایہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی بیٹیوں اور بیویوں کا تذکرہ نہ بھولیے۔ وہ سب زینب و ام کلثوم سلام اللہ علیہما کی نگرانی و صحبت میں رہیں۔ راہ و رسمِ حیات انھیں عظیم خواتین سے سیکھے۔ مشکلات میں اپنا مقام حاصل کرنے اور اپنا فرض پورا کرنے کا دستور انھی سے سمجھا۔

ب: حضرت زینبؑ و امِ کلثومؑ کی پہلو نشین خواتین

دختران حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہی کے بارے میں گفتگو کافی نہیں ——— درست ہے کہ یہ خواتین بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ معصوم نہ ہونے کے باوجود غلطی کے موقع پر ان سے لغزش نہیں ہوئی ——— لیکن انصارِ امام حسین علیہ السلام کی خواتین بھی کم حیثیت اور نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔

یہ خواتین ایک عرصے تک حضرت زینبؑ و ام کلثوم کی ہم نشین اور ان کے منصوبوں میں شریک، فکر و نظر اور عمل میں ان سے ہم آہنگ رہیں ———!

ان محترم خواتین نے شہزادیوں کا حقِ تربیت خوب ادا کیا

ان کے راستے ، ان کی منزل، ان کے مقصد کو اچھی طرح سمجھا۔ تاریخ عاشورا کے سلسلے میں ان باکردار خواتین نے طویل مقابلوں میں فرمانِ حضرت زینبؑ اور اقدامِ دخترِ سیدہؑ پر چشم و گوش لگا دیے۔

ان کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ ہاتھ اور پاؤں میں دوئی نہ ہونے پائے جوان کے ہاتھ کا اشارہ ہو قدم اسی طرف بڑھے۔

مسافرت و اسیری کے طویل منصوبے میں کربلا سے کوفے اور کوفے سے شام تک راستہ ہو یا منزل۔ حتیٰ کہ مجلسِ ابن زیاد و دربار یزید میں حضرت کے گرد ہالہ بنی اور ان پر صدقے قربان رہیں۔ ان کو اپنے رہنما، امام و پیشوا کی جگہ مانا۔ جب بھی حضرت زینبؑ نے تقریر کی، ادب و خاموشی سے توجہ دی۔ اور جب شہزادی کی طرف سے پیش قدمی ہوئی یہ سب سکون و وقار کے ساتھ ان کی خدمت بجالائیں۔

ج: گم نام اور بادیہ نشین خواتین

اس سفر میں کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جن کے خاندان مشہور نہ تھے۔ ان کے گھرانے والوں نے کارنامے انجام نہ دیے ہوں گے۔ مورخوں کو ان کے نام و نسب یاد نہیں رہے۔ وہ کسی نسبت سے یاد نہیں کی گئیں۔ شاید ان کی پوری زندگی صحرا میں گزری تھی۔

بیابان اور چادرِ خیمہ اور اسی مزاج و ماحول کے مطابق مصروفیات، اپنے شوہروں کی مدد اور انہیں کی راہ پر چلنا۔

ہاں! خدا نے یہ قانون کبھی نہیں بنایا کہ شہیدانِ راہِ حق مشہور

خاندان اور معروف قبائل ہی سے ہوا کریں۔ ہر ایک اپنے معاشرے میں صاحبِ عزت و اقبال ہو سکتا ہے۔ بنیادِ عمل و اعزاز، فطری صلاحیت و قابلیت اور اسی کے مطابق اللہ کی عنایت۔ اہلیت کی نمود، خلوص و صفا کے سائے میں ہوتی ہے اور عنایتِ الٰہی بھی اسی لیے شاملِ حال ہوتی ہے۔ بارگاہ خدائے لایزال میں نسل و خاندان و قبیلہ کچھ نہیں۔ وہاں کالے گورے کی بات نہ ہوگی۔

جو بھی عمل صالح اور قابلیت و صلاحیت کا عملی مظاہرہ کرے گا اسی معیار پر ———

کامیابی و انعام پائے گا ———

خدا سب پر اپنی حجت تمام کرنا چاہتا ہے ——— اس نے پسندیدہ راستہ بنا دیا ——— اپنا پیغام پہنچا دیا ——— آیتیں اتاریں ہر آیت کا مصداق سمجھایا ———

اور یہ کلیہ:

○ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

اللہ کی بارگاہ میں معزز ترین آدمی وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا متقی ہو۔

مرد یا عورت کی خصوصیت نہیں ہے۔

○ انی لا اضیع اجر من احسن عملا

جو نیک عمل بجا لاتا ہے ——— مرد ہو یا عورت ——— ہم اس کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔

○ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ

ہم تمھارے عمل کی جزا ضائع نہیں کریں گے مرد ہو یا عورت

○ "للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء
نصیب مما اکتسبن "
مَردوں کو ان کے کیے کا حصہ عورتوں کو ان کے عمل
کا اجر ملے گا۔

ان خواتین کی زندگی

یہ خواتین روزمرہ کی زندگی میں کس درجہ اور کس طبقہ سے تعلق رکھتی تھیں
اور ان کا مقام و درجہ کیا تھا ؟
جواب واضح ہے :
اصولاً ، اقتصادی حالت ، ترقی یا تنزّل کی علّت یا رکاوٹ نہیں ہوتی،
یہ نہیں ہے کہ جس کے پاس دولت وثروت زیادہ ہوگی جنت میں وہ بڑی
بڑی جاگیریں اور زمینیں خریدلے گا اور غریب ومفلس آدمی اس دنیا میں بھی محروم
اور وہاں بھی محروم رہے گا۔
تاریخ عاشورلنے بتایا ـــــــ
کمال ، عزت وشرف کے واسطے صرف ایک چیز درکار ہے
اور وہ ہے ـــــــــــ
ایثار میں خلوص ـــــ ،
اصل یہ ہے کہ جس کے پاس جو بھی ہے وہ خلوص کے ہاتھوں پر رکھے اور
حضور باری میں نذر کرے۔
قاعدہ ہے پہاڑ کی چوٹی جتنی اونچی ہوگی اتنی ہی زیادہ برف اس پر جمع
ہوگی ـــــ بات بلند ہونے کی ہے ـــــــ !

اپنی صلاحیت بڑھائیے، امکانات وسیع کیجیے ـــــــ
ہمتِ بلند مددِ خدا ـــــــ!
خواتین روزِ عاشورا نے یہی کیا ـــــــ

اس پہلو سے مطالعہ کرنے والے کو خواتین روز عاشورا چند گروہوں میں نظر آئیں گی۔ ہر گروپ ایک تناسب سے ملے گا۔ ہر ایک نے اپنا مشن اسی انداز سے پورا کیا۔

یہ گروپ کچھ اس طرح تھے:

الف: مفلس وغریب خواتین

خواتین عاشورا میں کچھ ایسی عورتیں تھیں جو صحرا نشین یا ایسی شہری زندگی بسر کر رہی تھیں جہاں کھانے پانی کا مناسب بندوبست نہ تھا۔ جن کی پوری تاریخ سرخ اور گرم دھوپ اور لُو کے تھپیڑے کھانے میں گزری، ان کے چہرے تمتمائے اور فقر وفاقہ سے جھلسے ہوئے ـــــــ

لیکن ـــــــ پوری زندگی انھوں نے کسی کے آگے بھیک کا پیالہ نہیں بڑھایا ـــــــ وہ غیرت وحمیتِ ذات کی مالک تھیں۔ اگر امام حسین علیہ السلام یا دوسرے صاحبانِ حیثیت کی حمایت وسرپرستی سے محروم ہو جاتیں تو زندگی گزارنا مشکل ہوتی۔

اسی گروپ میں وہ عورتیں بھی تھیں جن کی زندگی دوسروں کی خدمت گزاری اور تنگ دستی وتنگ حالی میں بسر ہوئی۔ اس کے باوجود ان کے خلوص، خودداری وعزتِ ذات نے ان کے لیے ایسے راستے کھولے اور اللہ نے دنیوی افلاس کے بدلے، ان کے خلوص وایثار کے صلے میں ایسی دولت

اور وہ سرمایہ انھیں بخشا کہ حال اور مستقبل کے صاحبانِ جاہ وجلال آج تک اس مرتبہ کی آرزو کر رہے ہیں۔

ب : درمیانی طبقے کی خواتین

کچھ عورتیں وہ تھیں جن کی زندگی درمیانی درجے میں بسر ہوتی تھی ـ محدود پیمانے پر سہی مگر کچھ کھیتی باڑی، جانور، کاروبار اور گھر بار رکھتی تھیں۔ میاں بیوی مل جل کر محنت مشقت کرتے اور دو نوالے کھاتے اور زندگی کے دن بہ اطمینان گزارتے تھے۔ اگر ان کے پاس باغ و محل نہ تھے تو بہت سے مفلوک الحال لوگوں کی طرح خاک نشین بھی نہ تھے۔

متوسط درجے کی زندگی، شکرِ خدا اور بندگی۔ دو لقمے جو کھاتے تو سجدۂ شکر بجا لاتے۔ ضمیر مطمئن کہ اس میں کسی غریب کا حق یا شبہے کا دانہ شریک نہیں۔ ایک پروگرام اور مختصر مصروفیات سے فارغ ہو کر ذکر و فکرِ عبادتِ خدا مشغلہ ہوتا۔

ان کے دل میں کینہ وحسد، خیانت و فساد کی نیت اور ان کے دماغ میں بدی کے خیالات و گمان نہ تھے۔

ان خواتین کا اس مرتبہ پر پہنچنا طبیعی بات تھی۔ جن مردوں اور انقلابیوں نے تاریخ میں کوئی مقام حاصل کیا ہے۔ جنھوں نے مافوق العادت کارنامے انجام دیے اور کامیاب انقلاب برپا کیے یا انسانیت کی خاطر کچھ کام کیے ہیں ان کا تعلق اسی درمیانہ درجے والوں سے رہا ہے۔

ایسے افراد اسی درمیانی طبقہ سے ابھرے۔

اپنے جیسے آدمیوں کی فلاح وبہبود کے بارے میں خلوص نیّت

سے یہی لوگ سوچتے ہیں ، اس کا مداوا ڈھونڈتے ، ایک راستہ بناتے ہیں اور اس کی کامیابی کے نتیجے میں وہ فکر "دبستان" کی صورت اختیار کرکے انقلاب آفریں اور محافظِ انقلاب قرار پاتی ہے۔

ج : اشراف

اس مجمع میں وہ عورتیں تھیں جن کا تعلق علاقے کے خوشحال و معزز گھروں سے تھا۔ ان خواتین نے زندگی کا ایک حصہ فارغ البالی و آسائش میں گزارا تھا۔ کچھ خواتین ایسی تھیں جن کے گھروں میں نوکر چاکر تھے ـــــ باغ تھے ـــــ مکانات تھے، بڑی حد تک خوشحال و فارغ البال تھیں۔ معاشی اور معاشرتی مشکلات سے بہت زیادہ آشنا نہ تھیں۔

ان کے لیے کوئی ایسی صورتحال نہ تھی کہ وہ مجبور ہو کر گھر سے نکلیں اور مرنے پر تیار ہو جائیں۔ زندگی سے سیر ہو جائیں اور جاں بکف مجاہدوں کے ساتھ کربلا کا رخ کریں۔

ان کو سرمایہ داری کے کسی آسیب نے برداشتہ خاطر کرکے مرنے پر آمادہ یا دنیا سے بدظن نہیں کیا تھا ـــــ شہادت کی راہ میں ان کا سفر اور شہیدوں کے پہلو بہ پہلو ان کا کردار سرمایہ داروں کے منفی رجحان کا پیدا کردہ نہیں تھا۔

اللہ اپنے بندوں پر اپنی حجت تمام کرتا ہے ، وہ نشان دہی کرتا ہے کہ مال و دولت یا فقر و محرومیت کسی بامقصد فرد کو اس کے نصب العین سے نہیں روک سکتی۔ خوشحالی، آرزو مندانِ شہادت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی ـــــ بنیادی بات خود آدمی کی عزیمت ہے اور اس کی یہ

سوچ کہ مال ودولت نصب العین ومقصد ہے یا وسیلہ وذریعہ ؟

ان خواتین کی

شخصیت وروحانیت

یہ خواتین اگرچہ بظاہر نادار، محتاج، گم نام اور کسی حد تک تاریخ حیات میں انجان وغیر مشہور تھیں، لیکن ان کے طور طریقے اور تاریخ کربلا میں ان کے اقدامات اور نتائج کے پیش نظر اس کے واضح نشانات ملتے ہیں کہ یہ عورتیں انسانیت کے ان بلند ترین مقامات پر پہنچنے کی صلاحیت رکھتی تھیں جن کو شخصیات ونفسیات پر بحث کرنے والے ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ خواتین

بجائے خود شخصیت کی مالک تھیں۔ اپنے معاملات کو مناسب ترین انداز سے انجام دینے کا سلیقہ رکھتی تھیں۔

خاندانی رسم و رواج، بے معنی احساسات وجذبات سے آزاد تھیں۔ وہ اسلامی تہذیب سے برگشتہ اور اجنبی کلچر پر فریفتہ اور ہاتھ پاؤں باندھ دینے والے رنگ ڈھنگ کی عادی نہ تھیں

① **بصیرت :**

ان کے شعور کی سطح اور ان کی بصیرت اپنی جیسی عورتوں سے بدرجہا بلند تھی۔ ہر قید سے آزاد اور غیر شرعی ہوسناکیوں، غیر انسانی طور طریقوں کے سامنے سپر انداختہ نہ تھیں۔

وہ عورت تھیں ـــــ
مگر مَردوں کی ناجائز خواہشات ـــــ اور ـــــ
اپنے غلط رجحانات کی پابند نہ تھیں۔ ایسے ارادوں کی مالک جو ہر خواہش پر کنٹرول اور ہر عمل پر قابو رکھ سکیں۔ عزتِ نفس و خودداری ان کی فطرت کا جوہر تھی۔ جہاں جہاں ان کی عظمت کو دھچکا لگنے کا امکانِ بعید بھی ہوا وہاں وہاں سے ہٹ کر سر بلند نکلیں۔

اسلامی تہذیب و ثقافت پر انھیں ناز تھا۔ جاہل اور متکبر معاشرے کے طور طریقے اور اس کی دل فریبیوں سے دور و بیزار۔

ان کی ہنسی، ان کا رونا، ان کا اٹھنا بیٹھنا سب کچھ فکر و نظر و مقصدیت کا آئینہ دار تھا۔

(۲) عابد و زاہد:

وہ عورت تھیں ـــــ مگر ـــــ ان میں اکثریت عبادت گزار و بکثرت یادِ خدا کرنے والیوں کی تھی۔

وہ بہت سے عابدوں سے بڑی عبادت گزار تھیں ـــــ عین میدان جنگ اور مورچہ بلکہ دشمن کے ہجوم میں ہونے کے باوجود نماز شب کی پابند رہیں۔ بھوک پیاس اور بے حد و حساب رنج و اذیت کے ہوتے ہوئے اگر کھڑے ہو کر فریضہ ادا نہ کر سکتی تھیں تو بیٹھ کر نماز ادا کرتی رہیں۔

یادِ خدا سے انس و راحت و اطمینان حاصل کرتی اور

اسی بنیاد پر زاہدانہ زندگی اختیار کرچکی تھیں ۔ راتوں کو محرابؑ مصلّے، دلوں کو کارزارِ حیات میں ۔ ان کی مصروفیات میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی ——— نہ دنیاوی مفلسی — نہ عزیزوں کی موت ——— نہ دشمنوں کی دھمکی۔

بات بھی یہی ہے ، جو خدا سے لو لگا لیتا ہے اسے دوسرے مسائل و مشکلات کی پرواہ نہیں رہتی ۔ جس کا رشتہ اللہ سے مضبوط ہوجاتا ہے ، جو ابدیت پر نظر رکھتا ہے اسے چند روزہ اور فنا پذیر باتوں سے کوئی رغبت نہیں رہتی ۔

(۳) باعظمت:

یہ خواتین عظیم تھیں ، یہ خدا سے قربت رکھتی تھیں ۔ اللہ کی عظمت ان کے دلوں میں سمائی ہوئی تھی ۔ انھیں روحانی عظمت حاصل تھی ۔

ان کی کوشش تھی کہ نورِ الٰہی ان پر ضوفشاں ہوجائے عالی ظرف تھیں لہٰذا دنیاوی تعلقات دل سے نکال چکی تھیں اور دل کو محبوبِ حقیقی کے جلووں اور لقار عطار الٰہی پر مطمئن کرچکی تھیں ۔ اسی لیے بڑی حد تک وہ کامیاب بھی ہوئیں ۔

ان خواتین کی عظمت کو سمجھنے کے لیے چند نکتے ذہن میں رکھنا چاہیئے ۔

- ——— واقعہ کربلا کی وحشت ناک صورت ۔
- ——— مار پیٹ ، قتل ، آتش زنی اور تباہی کے لیے دشمن کی بے باکی ۔
- ——— اتنے دشمنوں میں ان عورتوں کی تنہائی

اور بے یاری و مددگاری۔

○ ——— شوہروں، اولادوں اور بھائیوں کی موت (شہادت) جیسے المیے۔

○ ——— درپیش راہوں اور منزلوں کی نامعلوم مسافت۔

———

چوتھا حصّہ



ان خواتین نے کیا کیا؟

اور بے یاری و مددگاری۔

- شوہروں، اولادوں اور بھائیوں کی موت (شہادت) جیسے المیے۔
- درپیش راہوں اور منزلوں کی نامعلوم مسافت۔

چوتھا حصّہ



ان خواتین نے کیا کیا؟

معجزہ دکھایا

سوال یہ ہے کہ ان عورتوں نے کیا کیا ہے ؟ اس کا جواب دو لفظوں میں یہ ہوگا :

معجزہ دکھایا

دلاوری کی تخلیق کی۔

ایک وسیع سطح پر شہادت کا پرچار کیا ——— شہادت کا پیغام انتہائی اہتمام کے ساتھ مسلمانوں تک پہنچایا۔

اسلام کو زوال و انہدام سے بچایا۔ خود امام حسینؑ کی مدد کی۔ اپنے مردوں کو اسلام اور امامؑ پر جاں نثاری کے لیے تیار کیا۔

ان کا حوصلہ بڑھایا ——— شہیدوں کے راستے سے بڑے بڑے پتھر ہٹائے اور اخلاق و انسانیت کا غیروں کو سبق دیا۔

کان، آنکھ بند کر کے سونے والوں کو بیدار کیا ——— سارے جہان کی عورتوں کے لیے اسلامی اساس پر نئے سمبل اور نئے

معیار بنائے

آخر کار ان میں سے کچھ شمع کے مانند جل بجھیں مگر محفلِ انسانیت جگمگا کر زندگی کے نظریاتی رُخ کو آب و تاب دے گئیں ———

درحقیقت تاریکی اور گھٹن کے دور میں اسلام کا معجزہ ہے کہ ایسی خواتین کو پیدا کر دکھایا جو میدانِ کارزار و شہادت میں کھڑی ہوئیں۔

وہ خواتین جن کے احساسات و جذبات ———

تاریخ عاشورا میں نقش آفرین ثابت ہوئے۔ جن کی نظریاتی سوجھ بوجھ تاریخ ساز و چارہ ساز تھی۔

تعارف اور احیار زن

پوری تاریخ میں خواتین کو ایسا موقع نہیں ملا جس میں وہ اپنا وجود اور اپنی قابلیت کا لوہا منوائیں۔ عورت کی تحقیر و بدنامی کے عوامل و امکانات سب کے سامنے رہے اور خواتین کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ اپنے بارے میں دوسروں کی افواہوں، الزاموں اور بدنامیوں کا تجزیہ و تجربہ کر سکتیں۔

آہستہ آہستہ انھیں اپنی کمزوری، بزدلی، پس ماندگی ———

اور مرد کی خدمت گار ہونے کا یقین ہو گیا ———

وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئی تھیں کہ ان کا وجود ———

مرد سے حقیر ہے،

ان کی وجہ سے خاندان کا سر جھک جاتا ہے ———

تاریخِ عاشورا کی خواتین نے سمجھایا کہ یہ تصوراتِ باطل اور افسانے استثمار گروں اور جاہلوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

مرد کی طرح عورت بھی اللہ کی تخلیق اور قابلِ احترام انسان ہے۔ وہ بھی اپنے امکانات اور صلاحیتوں کے مطابق قابلِ توجہ کارنامے انجام دے سکتی ہے۔

ان محترم خواتین نے ہندوؤں کے اس عقیدے کو باطل کر دیا کہ:

"موت ـــــ طوفان ـــــ
جہنم ـــــ سانپ کا زہر ـــــ اور ـــــ آگ بھی
عورت سے بدتر نہیں۔"

کتابِ مقدس میں کسی نے لکھا تھا:

"ہزار مردوں میں ایک آدمی ایسا مل سکتا ہے ـــــ
جو ـــــ
محبوبِ خدا ہو ـــــ،
مگر ایک ہزار عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہ ہوگی
جو خدا کو پیاری ہو۔"

ان خواتین نے یہ بات نظروں سے گرا دی ـــــ

ان خواتین نے تاریخ عاشورا میں یہ بتایا کہ ان کا وجود، خاندان کی ذلت و رسوائی و ندامت کی علامت نہیں ہے۔ عورت، زندہ درگور کرنے والی مخلوق ہونے کے بجائے خاندان کا سرمایۂ فخر، محبوبِ خدا و رسولؐ ہے۔ وہ معاشرے میں مرکزی درجہ رکھتی ہے ـــــ اس کا منصب نظم و نسق کی دیکھ بھال ہے ـــــ اس کی ذمہ داری نسلِ جدید کی تربیت ہے ـــــ تاکہ ـــــ معاشرۂ انسانی برقرار رہ سکے۔

ان خواتین نے اپنے حیرت انگیز عمل سے معاشرے کو بدل دیا۔

عورت کے ــــ "قیدی" اور ــــ "مالِ تجارت" ــــ ہونے کا خیال باطل کر دکھایا۔

ان خواتین نے بتایا ــــ کہ ان کا مرتبہ ، ان کا درجہ، کبھی کبھی مردوں سے بھی بلند ہو سکتا ہے ،

یہ نظریہ اور یہ فلسفہ" احیاء زن" کے بین الاقوامی سطح پر زندہ رکھنے میں ایک بڑا کارنامہ تھا۔

ان خواتین کی تمنا اور ان کی نیّت

وہ خواتین یہ نہیں جانتی تھیں کہ چند روزہ زندگی اور اس کی سرگرمیوں میں جو درد و غم پنہاں ہیں جو تعلقاتِ بے اساس ہیں ان میں داخل ہو کر اپنے تئیں چھپالیں۔ پھر اسی عالم میں ہنس کھیل کر اپنے تئیں خوش رکھ کر، معاشرتی دکھوں کو بھلا دیں۔ خواہ وہ دکھ درد معاشرے میں اسی طرح رینگتے رہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ظاہری حسن و جمال اور وقتی لذّتیں بہت جلد گزر جائیں گی۔

یہ ہر حال میں مگن اور دنیاوی دھندوں میں الجھے رہنا اور حقائق کو فراموش کرنے کی کوشش کرنا آدم زاد کی شخصیت کو مرجھا دیتی ہے ــــ اسے فنا کر دیتی ہے ــــ اور ــــ فکری و اخلاقی حسن و رعنائی، انسان کو ابدیت بخشتی ہے ۔

جس قدر وقت بڑھتا جاتا ہے ــــ
یہ حُسن اپنی تاثیر و کشش میں اضافہ حاصل کرتا جاتا ہے ــ

ان خواتین کی خواہشات ، ریاکاری ، جھوٹی تمناؤں ، بناوٹی باتوں ، زرق برق بناؤ سنگھار اور نفسیاتی دباؤ کے اظہار سے متعلق نہیں

تھیں ۔ ان کی تمام تر تمنا عدل وحق کا نفاذ تھی ۔ وہ ایسے اقدامات کرنا چاہتی تھیں جن سے سب کو فائدہ پہنچے ۔

وہ خانہ نشین رہ کر جنسی رجحانات وخیالات کے گھوڑے دوڑا سکتی تھیں ۔ کھاتیں ، پیتیں ، پہنتیں اوڑھتیں اور غمِ زندگی کو نشہ آور لذتوں میں ڈبو دیتیں ۔ معاشرتی دکھ درد سے آنکھیں بند کر لیتیں۔

مگر وہ نئی تخلیق کی آرزومند تھیں ——— ،

وہ ایسی دنیا ایجاد کرنا چاہتی تھیں جس میں ———

حقیقی آزادی ——— اور ——— اللہ کی حاکمیت کی بات ہو ———

یہی عزیمت لے کر ——— گھر بار ، مال و دولت ، نوکر چاکر باغ اور کھیت ، سہیلیوں کی انجمن سے ہاتھ اٹھا کر ———

کربلا ——— روانہ ہوئیں ۔

نصب العین

ان خواتین کا نصب العین ، ان کا مثالی مقصد ، ان کی نظر میں زندگی کا جو ماڈل تھا ، مادی یا روحانی نمونوں میں جو مثالی ہدف انھوں نے اپنایا تھا وہ فقط مادی یا محض روحانی نہیں تھا ۔

انھوں نے خواتین میں ایسی عورتوں کو قائد و رہنما بنایا تھا جن کا نام و کام ، زندگی ساز وحیات آفرین راہوں سے طاغوت کو ہٹا دینا ———

اور ———

حق کی بالادستی وحکومت قائم کرنا تھا۔

تاریخ زندگیٔ بشر میں، ساغرِ شراب کے زیرِ سایہ، مادی لذتوں، قیمتی لباس، بہتر سے بہتر خورد و خواب میں راتیں بسر کرنے والی عورتیں، فرعون کی آغوش اور شبستانوں کی محفلیں گرم کرنے والیاں بکثرت ملیں گی ——

مگر ان کی عمر کا حاصل ———

طاغوتوں کی خنکیٔ چشم و آغوش ——— اور ——— ان کی ہوس رانی کا نشانہ ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اس کے پہلو بہ پہلو ایسی خواتین بھی ملتی ہیں جنھوں نے مظلوم اور محروم افراد کی خاطر، معاشرے میں الٰہی قوانین کے لیے ظلم و ستم برداشت کیے۔

موت کی سختیاں جھیلیں ———

مگر سامراجیوں کے سامنے سر جھکانا گوارا نہ کیا۔ ان میں کچھ فرعونِ وقت کے گھر میں تھیں کچھ کنیزی کے عالم میں۔

ان خواتین نے اپنا کردار ان بیبیوں کے کردار کے رنگ میں رنگا جن کا تعلق دوسرے گروہ سے تھا۔

یعنی ——— آسیہ، مریم، ہاجرہ، سارہ، خدیجہؑ، فاطمہؑ ....

وہ ان کرداروں کو سامنے رکھ کر میدان میں آئیں اور معرکہ گرم کیا ——— آگے بڑھیں، مردوں سے جا ملیں اور تاریخ کے عظیم شہیدوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہوگئیں۔

ان خواتین نے اپنے منتخب کردہ مثالی کرداروں کے ذریعے خواتینِ عالم کو بتایا کہ اگر وہ چاہتی ہوں کہ:

زندگی کے بوجھ تلے نہ دبیں ——— ذلت و رسوائی اور استثمار

اور غیروں کے تسلط سے آزاد رہیں ——————
اسلام کے پرچم تلے مقدس آزادی سے بہرہ ور ہوں ؛
تو ——————
ان کے مثالی کرداروں کو سامنے رکھیں ، ان کا راستہ چلیں
یہ طریقہ سوچا سمجھا اور آزمایا ہوا ہے ۔

ان خواتین کا انقلاب

اس تیرہ و تار ، ہنگاموں اور خلفشار کے ماحول میں جب فریادیں حلق میں گرہ بن چکی تھیں ——— ایک چھوٹا سا گروپ اٹھ کھڑا ہوا ، وہ دنیا کے پرانے نظام کا تختہ اُلٹنے کے خیالات سے سرشار تھا۔

وہ عہدِ تاریک ، جب ظلم و بیداد کا ہر طرف دور دورہ تھا ؛
اسلام اور مسلمانوں کی تقدیر ، تہی مغز و عیاش افراد کے ہاتھ میں کھلونا بنی ہوئی تھی ، ایک چھوٹا سا گروپ مردوں کا (جن کے ساتھ نہایت شاندار خواتین) امام حسینؑ کی سربراہی میں نکلا ——————
اس گروہ نے گھنٹی پر چوٹ دی اور تاریکیاں چھٹیں۔

ان لوگوں نے مفاد پرستی اور خود پسندی ، انسانیت دشمن طور طریقوں کے خلاف آزادی کا پرچم کاندھوں پر رکھا ——————
اور موجودہ حکومت کے خلاف جد وجہد کا آغاز کر دیا۔

دنیائے نسوانیت میں ایسی عورتیں کم ہوں گی جنھوں نے خانگی فرائض سے نکل کر اتنے بڑے میدان میں قدم رکھا ہو ——————
معرکۂ کربلا اس کے برخلاف تھا ——— !

اس معرکہ نے خواتین کے گہرے ادراک، تقدیر آفرین پیام اور اسلام کے انسانی منشور کی نشان دہی کی۔ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ

جو اسلام معاشرتی زندگی پر مسلط کیا گیا ہے ———،

وہ اسلام نہیں ہے ———————!

وقت کی ذمہ داری یہ نہیں کہ چند آدمی اسلام و مذہب کے معاملات انجام دیتے رہیں۔ باقی افراد جو چاہیں وہ کریں۔

ان خواتین نے محاذ لگایا ——— مردوں کے مساوی حقوق مانگنے کے لیے نہیں کیونکہ یہ نعرہ فتنہ انگیز اور غلط نتائج کا حامل ہے۔

ان کا محاذ انسانی حقوق اور اللہ کے وعدوں کو نافذ کرنے کے لیے تھا۔ وہ عدل و اسلام کو اس کا صحیح مقام دلانے اور شرک و طاغوت کو سامنے سے ہٹانے، اور اسے اس کی تاریخی منزل، کوڑا گھر پہنچانے کے لیے اٹھی تھیں۔

یہ خواتین اٹھیں اور انھوں نے اپنے محاذ کے ذریعے سرکشوں کو سب سے بڑا سبق سکھایا۔ انھوں نے حال و مستقبل کی تاریخ میں انسانیت کو بہت اہم وارننگ دی۔

اِنھوں نے کہا ———

حکومت کے لیے قانون اور وہ بھی الٰہی قانون ضروری ہے۔

اس قانون کی حمایت و حفاظت کے لیے اٹھو اور قانون سے تجاوز کرنے والوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچا دو۔

درحقیقت وہ اس عزیمت میں جہاں تک کامیاب ہوئیں۔ وہ ان کی روحانی قوت کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے اموی اقتدار کی ناک میں نکیل ڈال دی اور انھیں گورستانِ تاریخ کے حوالے کر دیا۔

ان خواتین کی شجاعت

وہ دلیر و بہادر خواتین تھیں ، دشمن کی دھمکیوں اور دباؤ کے باوجود اپنی جگہ سے نہ ہٹیں ۔ اولاد ، بھائی اور وارث ان کی آنکھوں کے سامنے خون میں نہائے مگر نہ ان کے قدم ڈگمگائے نہ ان کی عزیمت میں فرق آیا۔

انھوں نے بڑی بے خوفی و دلیری سے اپنے عزیز اسلام پر قربان کیے،
ان کے پاس جو کچھ تھا اسے اسلام کی زندگی پر نچھاور کر دیا ——
جبکہ دوسروں نے انھیں امکانات سے عیش و عشرت کی
راہیں نکالیں —————— ،

عورتیں رحم و نرم دلی میں مشہور ہیں ۔ اسی وجہ سے وہ بڑی بڑی مہمات ، خاص کر جنگی معاملات میں بہت کم نظر آتی ہیں ۔ مگر تاریخ کربلا کی خواتین نے مَردوں کے شانہ بشانہ بہادری کے مظاہرے کیے۔

انھوں نے ثابت کر دیا کہ تیر و سناں کی اذیت اٹھا سکتی ہیں ،
مگر انسانیت کے پیغام اور اپنی ذمہ داری سے دست بردار نہیں ہو سکتیں ۔

وہ دلیر تھیں ، خاص طور پر زندگی کی کشمکش اور اس معرکۂ عظیم ، عین رنج و دشواری میں ، عین اس عالم میں کہ دل پر داغ اور دماغ پر بوجھ مگر نصب العین پر ڈٹی ہوئی اور میدان میں قدم جمائے ہوئے آگے بڑھتی رہیں ۔

ہمیں ان کی پیغام رسانی کے مرحلے میں کسی طرح —— ،
خوف کے آثار نظر نہیں آئے —————— ؛
بھوک اور پیاس بھی ————
انھیں مقصد سے منحرف نہ کر سکی —— ،

مَوت کے مقابلے میں ان کا کردار

جو مَوت سے نہ ڈرے وہی بہادر ہے۔ وہ اپنے مقصد وھدف کی راہ میں رُکتا نہیں ہے۔ ایسے افراد موت کو ایک عام سی چیز اور قابلِ برداشت مرحلہ سمجھتے ہیں، ان کے خیال میں موت گزرگاہِ زندگی میں ایک پُل ہے

جس کے اس پار وسیع وعریض دنیا ہے ——

جسے فنا وزوال نہیں ——

وہ سوچتے ہیں ——

مرنے کے بعد دوسری دنیا میں نیک اور پاک لوگوں کے لیے مکمل سکون اور بے مثال راحت وآرام نہیں ——؟!

پھر صورتِ حالات بزدل اور بے وقار شخص کی طرح کیوں رکھیں؟ جس چیز کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ہم سب کو جھپٹ لے گی، ہم اس سے کیوں ڈریں، کیوں بھاگیں؟

انھوں نے موت کو حقیر کر دیا۔ اسے چھوٹی اور کم مرتبہ چیز بنا دیا ——

جو عورت اپنے شوہر یا فرزند کی موت کے بعد خیمے کا بانس اٹھا کر دشمن پر حملہ کرنے جھپٹے ——

یقیناً وہ جان پر کھیل چکی ہے —— وہ موت سے مانوس ہے —— وہ قتل ہونے سے خوفزدہ نہیں ——

کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مقابلہ میں وار بھی پڑتا ہے۔ دشمن پر عمود کی چوٹ لگے گی اور اس کے جواب میں قتل ہونا بھی ممکن ہے ——

اس خاتون کے ذہن میں یہ سب کچھ تھا۔ وہ موت کو کسی شمار و قطار

میں جانتی ہی نہ تھی ۔

ان خواتین نے صبر و تحمل کے یہ مرحلے سفر ، بلکہ آغازِ سفر سے پہلے ، اپنے ائمہؑ کے کردار میں دیکھے تھے ۔ شبِ عاشور کربلا میں تو یہ حقائق واضح ترین شکل میں سمجھے اور غیروں کو سمجھانے کی قابلیت پیدا کی ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے رفیقوں سے بات کرتے ہوئے موت کو پُل سے تعبیر کیا اور فرمایا تھا کہ :

"پُل سے اُس طرف جاودانی نعمتیں ہیں ———
ان نعمتوں تک رسائی کا طریقہ یہی ہے کہ ———
تن بدن سے گزر جاؤ ۔"

جن لوگوں نے صنفِ نسواں کو کمزور ، بزدل ، سُست ، متزلزل پیمان شکن اور فراری ، ڈگمگانے والی اور سپردگی کا جذبہ رکھنے والی صنف مانا ہے انھوں نے اس قسم کی خواتین کے بارے میں غفلت برتی ہے کیونکہ ان عورتوں نے مقابلوں میں وہ استقامت ، توانائیِ قلب اور جرات دکھائی ہے کہ اس کی مثالیں مَردوں میں بھی کم نظر آتی ہیں ۔

تاریخ بتاتی ہے کہ طویل زندگی میں عورت نے بردباری و تحمل کے ساتھ کسی غیر معمولی مشن کو انجام تک کم ہی پہنچایا ہے ۔

صرف خواتینِ کربلا اس سے ماورا ہیں ——————— !

ماضی کے برخلاف بلکہ حال میں بھی یہی عظیم خواتین ہیں جنھوں نے بلند ترین روحانیت کے ساتھ ، فوق العادت قوتِ مقابلہ کا مظاہرہ کیا ۔ ایسا مظاہرہ جس کی نظیر ہمیں نظر نہیں آئی ۔

وہ بے شک ناتواں تھیں مگر چھوٹے چھوٹے مصائب و مشکلات کے

اٹھانے میں ——— مگر سنگین حالات سے مقابلہ کرنے اور صبر آزما امتحان جھیلنے میں بڑی صاحبِ استقامت تھیں۔

دراصل زندگی اور تحریک دونوں کے مقصد ان کے نزدیک طے شدہ تھے۔ وہ کشمکشِ حیات کے میدان میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتی تھیں۔ انھوں نے خلوصِ نیت اور عزیمتِ استوار کے ساتھ ایسی جدوجہد کی جو خود مثال و نمونہ بن گئی۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر ایسی عورتیں بھی تھیں جو سکون کا ٹھکانا اور امن کی جگہ چاہتی تھیں۔ وہ میدانِ کارزار سے دوری اور پرسکون منزل کی تلاش میں تھیں،

مگر یہ عورتیں بہت کم تھیں ———

انھیں معرکہ کی اس قدر سنگینی کا اندازہ نہ تھا۔ انھوں نے میدانِ جنگ کی صورت ہی نہ دیکھی تھی ———

وہ حقائق سے بے خبر تھیں ——— اسی لیے ان پر کسی کی نظر بھی نہیں جاتی ———

فرائض کی تکمیل

یہ خواتین آزاد تھیں، آزادی کا مطلب ان کے نزدیک انسانیت کے ساتھ آزادی تھا۔ اپنی ذمہ داری و منصب کو سمجھتی تھیں ———

ذمہ داری ایسی جس کی بدولت آبرومندانہ طویل زندگی فرد اور معاشرے کو حاصل ہو ———

عورتیں عموماً مزاج کے اعتبار سے مردوں سے زیادہ آرام و سکون کی

گرویدہ ہوتی ہیں اوران کے لیے گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا بھی مشکل ہوتا ہے۔ عین اس عالم میں کہ دنیاوی تعلقات و روابط میں الجھی ہوئی تھیں ان خواتین نے اپنے سنگین فرائض کو انجام دینے میں سب کچھ قربان کردیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی چیز کی مالک ہی نہ تھیں ——

اس قدر بے پروا ——————!

کہ نہ تیر کی فکر نہ تلوار سے ڈر —— نہ موت کا خیال۔

جب انسان کسی ذمہ داری کے احساس میں ڈوب جائے تو اس کا عالم یہی ہوجاتا ہے —— وہ مقصد کے علاوہ سب کچھ فراموش کردیتا ہے۔

حق کی حفاظت عورت، مرد دونوں پر واجب ہے۔ جب مردوں کی جدوجہد شرک کو شکست دینے میں کافی نہ ہو تو پھر خواتین پر شرعی ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ وہ میدان میں نکلیں ——————

ان خواتین کو یہ ذمہ داری معلوم تھی اسی کے نتیجہ میں انھوں نے شجاعت کا مظاہرہ کیا ——————،

ان کی نیت، رضا و خوشنودیٔ خدا حاصل کرنا تھی —— کوئی ٹائیٹل لینا یا شہرت منظور نہ تھی۔

ٹھیک ہے، انھیں بچوں کی پرورش کرنا تھی، وہ گھر میں رہ کر مستقبل میں ہونے والی بڑی شخصیتوں کی تعمیر کرسکتی تھیں، مگر یہ کام اس وقت انجام دیتیں جب اس سے بڑا کام سامنے نہ ہوتا ——

کام بھی لمحوں میں ختم ہونے والا،

جس کے لیے وقت کم اور بہت ہی کم تھا —— اور جب دین و مذہب خطرے سے دوچار ہو تو پھر دوسرے معاملات و مسائل کی

حیثیت کیا رہ جاتی ہے ؟

ان خواتین نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے وقت لوگوں کو فرائض انجام دینے کے طریقے سکھائے ـــــ اور ـــ اسلامی اخلاق و آداب سے آگاہی بخشی ۔ انھوں نے بتایا کہ ـــــ

ذات اور افـــراد ـــ

فرد اور معاشرے کو آزادی دلانے کے لیے کس حد تک کوشش کی جاسکتی ہے ـــــ

اسی پس منظر میں ان خواتین کو ظالموں کے تسلط سے آزادی دلانے والوں کا پیش رو اور رہنما مانا جاتا ہے ۔

نئے سنگِ میل

ان خواتین کی شجاعت آفرینی کے سلسلے میں یہی کافی ہے کہ ان کی کارگزاری اور دلیری نے ماضی کے بڑے بڑے معرکوں اور مردانِ عہد کو تحت الشعاع کر دیا ۔

دنیا کا کوئی انقلاب اتنی مختصر جماعت اور دنیا کے اہم ترین مقامات سے اتنی دور زمین پر رونما نہیں ہوا ـــــ پھر اتنی وسعت اور اتنا پھیلاؤ اور اتنا زیادہ اثر اور اتنا زیادہ فائدہ کسی واقعہ سے اٹھایا بھی نہیں گیا ۔

اس تاریخ میں عورت نے نئے مشن اور نئے پیغام کی نشان دہی کی جوشش آفرینی اور شجاعت آموزی کی اعلیٰ یادگار قائم کی ۔

ان خواتین نے اپنے شہیدوں کی لاشوں ، اپنے قاتل دشمنوں کے سامنے کیا موقف اختیار کیا ؟

انھوں نے کس بے باکی و بے خوفی سے راستہ طے کیا ؟
ان کی راہ وروش، ان کے زخمی دل ہونے کے باوجود دلیرانہ
انداز گفتگو بھلا بھلانے کے لائق ہے ــــــــ؟
ان باتوں کو کون بھلا سکتا ہے ــــــــ؟
ان کی ہمت آفرینی کا اندازہ وہاں ہوتا ہے جہاں یہ خواتین اپنی ذمہ داری
پوری کرتے وقت اپنے وجود کو فراموش کرکے مقصدیت میں فنا ہوگئی تھیں،
اس حالت میں ان کا ہر اقدام تاریخِ حیاتِ خواتین کا ایک سنہرا ورق بن گیا۔

انقلاب کو دوام بخشنے کی بات

تاریخ عاشورا میں خواتین نے ایسی کھیتیاں تیار کیں جن کی فصلیں آج
تک کاٹی اور جن کے پھل پھول اب تک ذخیرہ کیے جارہے ہیں۔
یہ خواتین واقعۂ عاشورا سے پہلے میدانِ زندگی میں آئیں اور عاشورا سے
جو کچھ ملا اسے پوری قوت سے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتی رہیں۔
پھر مکمل خوداعتمادی اور امیدِ کامیابی کے ساتھ بلند آواز سے پکاریں،
توضیح وتفصیل بیان کی ــــــــ
پھر اس کے بارے میں فیصلے اور نتائج سمجھائے ــــــــ
امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت کے بعد دشمن یہ سمجھے کہ:
انقلاب اور تحریک کا خاتمہ ہوگیا ــــــــ
اس غلط فہمی کی بنیاد پر وہ گیارہویں کی رات کو بڑے اطمینان سے
سوگئے۔ انھیں مقابلے کا وہم وگمان نہ تھا۔ دشمن بھول گیا کہ ــــــــ،
معرکہ ابھی ابھی ہوا ہے۔ یہی وقت اس کی اشاعت اور پروپیگنڈے

کا ہے ——————

دشمن کو بیس سال ، بلکہ نصف صدی کے معاملات و مسائل کی جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیے - چہ جائیکہ آرام کی نیند سونا -

مگر بھلا یہ خواتین، دشمن کو فرصت دے سکتی تھیں کہ ان کی جدوجہد یہیں پر ختم ہو اور ان کی قیمتی جانیں یوں ھدر و رائگاں جائیں ؟

خواتین نے دشمن کی بے خبری سے فائدہ اٹھایا اور کربلا کا پیام گھر گھر اور ہر سننے والے کو پہنچا دیا - نتیجہ یہ ہوا کہ ——

کربلا سے کوفے —— کوفے سے شام —— شام سے مدینے —— اور مدینے سے دوسرے مقامات ...... مصر...... تک - واقعات کے چرچے ہونے لگے -

اس مشن اور اس پیام رسانی کی بدولت بات یہاں تک پہنچی کہ بعد میں رونما ہونے والے انقلابات کی بنیاد "کربلا" بن گئی -

ایک کے بعد دوسرا انقلاب آنے لگا -

بنی امیہ و بنی عباس کی زندگی تیرہ و تار ہوگئی اور ان کی جڑیں اکھڑ گئیں —— !

امام علیہ السلام کی تحریکِ انقلاب ، مذکورہ خاکے ، منصوبے اور طریق کار کی وجہ سے اہم ترین" آئیڈیالوجی" کے مطلوبہ ہدف تک پہنچ گئی -

آئیڈیالوجی کا خلاصہ تھا :

" قانونِ خداوندی و نظامِ الٰہی کے خلاف ہر طاغوتی نظام سے ٹکر اور اس کام کے لیے عوام کو بیدار کرنا اور تیار کرنا -"

ان خواتین نے جہاں اور جب ضروری سمجھا واقعۂ کربلا کی تبلیغ کی —

بے خبر افراد کو حقائق بتائے کہ جس زمانے میں نشر و اشاعت کے وسائل ناپید تھے باہمی ارتباط معاشرے کے اختیار میں نہ تھا، واقعات و اخبار خاص طریقوں اور مخصوص انداز ہی سے شائع اور ایک دوسرے کو بتائے جا سکتے تھے۔ کبھی تو انتہائی اہم خبر بھی ایک دو سے زیادہ افراد کو معلوم نہ ہو سکتی تھی۔

ان خواتین کی قوتِ برداشت

ان خواتین کے کردار و عمل میں جس بات سے تعجب اور وزن بڑھتا اور اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے وہ ان کی قوت برداشت و صبر و تحمّل ہے۔ ان خواتین نے کس عاجزی و انکساری اور تحمل و استقامت سے فداکاری دکھائی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ انھوں نے کیسے نازک حالات میں اپنے بچّوں کو مشکلات جھیلنے اور تحمل کرنے کی تعلیم دی ——

اور ——

انھیں دشمنوں کی دی ہوئی روٹی اور کھجور کھانے ——،

ان کے دامن پکڑنے —— اور اپنے تئیں حقیر و ذلیل

ظاہر کرنے سے روکا —— !

دشمن، کھجور اور روٹی بچوں کو دیتے تھے ——

ظاہر ہے کچھ بچّوں نے لقمہ منہ میں رکھا ہوگا۔ جب ہی تو عورتوں نے انگلی سے لقمہ نکال کر بچّوں کا بھوکا رہنا قبول کیا ——

مگر صدقے کی کھجور یا روٹی حلق سے نہ اُترنے دی۔

شہادت کے بعد دشمنوں نے عورتوں کے لیے پانی بھیجا ——

سب پیاسے تھے ——— تین دن سے پانی کو ترس رہے تھے،

کیا برداشت و صبر تھا کہ نہ خود پانی پیا نہ بچوں کو پیاس بجھانے کی اجازت دی۔

ہاں ———،

سب نے پانی پیا ——— مگر جب حضرت زینبؑ و امام زین العابدین علیہ السلام نے حکم دیا۔

کیا صبر و تحمل تھا ———

شہیدوں اور پارہ پارہ لاشوں کے سامنے کھڑی تھیں۔

ان کو دیکھ کر دل کانپ رہے تھے اور بے ساختہ آنسو رواں تھے، مگر رضائے خدا کے خلاف کوئی حرف اور مشکلات کی شکایت زبان پر نہ تھی۔

پروردگار!

یہ کیا ہو گیا ——— کاش یہ صورتِ حال پیدا نہ ہوتی.....

واقعاً ان خواتین کا صبر و تحمل معجزہ تھا ——— گرفتاری اور طویل سفر میں اکثر و بیشتر بندھی اور رسن بستہ رہیں۔ یا بے کجاوہ اونٹوں پر بٹھائی گئیں، مگر انھوں نے دشمن کو اشارہ تک نہ کیا جس سے وہ ان کی آسائش کا انتظام کرتا ——— انھوں نے دشمن کی حمایت میں ایک بات ایسی نہ کی جس کے جواب میں وہ ان پر مہربان ہوتا۔ ان کی عزتِ نفس و خودداری اسی طرح مضبوط اور دشمن کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح استوار رہیں۔

بنی ہاشم کی عورتیں انھیں ــــــــــــــــــ
(امامؑ کو)
رو رو کر عراق جانے سے اس لیے روک رہی تھیں ــــــ
کہ ــــــــــ
وہ سب حضرت کو اللہ کی امانت جانتی تھیں۔
انھیں فکر تھی ــــــ
کہ ــــــــــ حضرت قتل نہ کر دیے جائیں!
وہ بنی امیہ کو اللہ کا باغی سلطان جانتی تھیں
انھیں بنی امیہ سے یہی امید تھی ــــــ
کہ ــــــــــ
وہ امانت خدا کو ضائع کر دیں گے۔

یہ بیبیاں شہادت سے خوف زدہ نہ تھیں مگر ان کا دل یہ چاہتا تھا
کہ امامؑ کی زندگی بچ جائے ــــــ
اور ــــــــــ
لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے رہیں
یہ بات بجائے خود ان کی معرفت اور خدمت دین کی دلیل ہے۔

پانچواں حصّہ



مدینے سے کربلا تک

امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کی تاریخ حضرت کی عمرِ مبارک کے آخری چھ ماہ ہی میں نہ تلاش کیجیے ، اس تاریخ کا آغاز روزِ وفاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روز سقیفہ سے ہوتا ہے ۔

اس تحریک وانقلاب کی بنیاد اس دوشنبہ کے دن پڑی جب کسی نے نعرہ لگایا :

" منا امیر و منکم امیر "

ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم ہیں سے ۔

یعنی خلافتِ اسلامی کو مقامی اور وراثتی چیز مان لیا —— پھر اس نظریے کو عملی بنانے کی مہم شروع کی گئی ۔

زینبؑ ، اسلام کی خاتونِ عظیم ، واقعۂ کربلا کی مشہور بنیادی رکن ، اسی خونین عاشور کی شام کو ، اپنے شہید بھائی کے سرہانے بیٹھی کہہ رہی تھیں :

" بابی ...... بابی من فسطاطه
یوم الاثنین نهبا ۔ "

"میں قربان .... اس پر قربان جس کا خیمہ
پیر کے دن لوٹا گیا۔"

ایک عورت کا فکری معیار دیکھیے ـــــ معرکۂ کربلا کی گہرائی اور اس تحریک کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کا انداز دیکھیے ـــــ

کیسا استعارہ اور کیا لطیف پیرایہ ہے ـــــ!

اسی بنیاد پر واقعہ کی نشو و نما اسی وقت سے شروع ہوئی اور پچاس سال میں خد و خال درست ہوئے، ۶۰ھ میں وہ بھیانک صورت اختیار کی کہ سماج پر گہرے اثرات ڈالنے کی قوت حاصل کرلی۔

امامؑ کے سفر کا مسئلہ

معاویہ کی موت اور یزید کی تخت نشینی اور کرسیٔ خلافت پر بیٹھنے کی بدعت نے اسلام میں آمریت کی نئی طرح ڈال دی۔ یہ بات پہلے زیرِ لب تھی اب اس پر بحث و گفتگو گھروں سے نکل کر بازاروں میں آچکی تھی۔

بیعت کے موضوع پر بات چیت عام تھی اور لوگ منتظر تھے کہ اسلامی دنیا کے نامور لوگ یزید کے ہاتھ پر کب ہاتھ رکھتے ہیں۔ صاف نظر آرہا تھا کہ بزدل اور دنیادار لوگ گردن خم کردیں گے اور دین کے ضامن و بہادر آدمی اس غلط مطالبہ کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام دوسرے گروہ میں تھے ـــــ
بے مثال ـــــ!

حضرت سے اس لمحے بیعت کا مطالبہ کیا گیا جب صورتِ حال پوری طرح سے انقلاب کے لیے سازگار نہ تھی۔ ضروری انتظامات مکمل نہیں

ہوئے تھے، جن لوگوں کو اس انقلاب میں موجود ہونا چاہیے تھا وہ ابھی نہیں پہنچے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ دنیائے اسلام اس معاملے کی نزاکت سے بڑی حد تک بے خبر تھی۔

امام علیہ السلام نے مدینے سے مکے اور وہاں سے عراق کا سفر کیا۔ مدینے کی انتظامیہ اور سرکاری مشنری کے ہاتھ ڈالنے سے پہلے، صبح سویرے، بے اعلان و خبر، چند افراد ساتھ لیے اور مدینہ چھوڑ دیا۔

یہ اقدام آسان اور معمولی نہ تھا ——— اس کے لیے غیر معمولی بصیرت و عزیمت درکار تھی جس کے حسینؑ مالک تھے۔

عورتیں، بچے اور خاندان کے چند افراد ہمراہ تھے۔ آپ کے اقدام کا چرچا ابھی تک زبانِ زدِ عام نہیں ہوا تھا۔

کچھ لوگ یہ سمجھے کہ امامؑ سیاسی طور پر یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے۔ سکون اور امن یا یزید سے بچنے کے لیے خانۂ کعبہ میں پناہ لینے چلے گئے ہیں۔

ممکن ہے امامؑ کے ہمراہ جانے والی خواتین میں بھی کچھ عورتوں کو امامؑ کے منصوبے کی خبر نہ ہو۔ ان کے خیال میں بھی سفر اور ترکِ وطن کا سادہ سا تصور ہو۔

امامؑ کی شہادت سے باخبری

امامؑ جانتے تھے کہ اس سفر کی انتہا انقلاب اور اس کے نتیجے میں شہادت نصیب ہو گی۔ حضرت کو علم تھا کہ طرفدارانِ یزید کے ہاتھوں غیر متوازن جنگ کے بعد قتل ہوں گے۔ آپ علم و آگاہی کے ساتھ اس اقدام کے لیے

تیار ہو کر بڑھے تھے ۔

اس علم و آگہی کا ثبوت قدم قدم پر ملتا ہے ۔

—— سفر سے پہلے —— ، رات کو تربتِ نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر الوداعی حاضری ۔

—— اسی رات ، اللہ سے مناجات اور اپنے نانا سے راز و نیاز ——

—— اسی حالت میں آپ کو خواب میں نانا کی زیارت اور حضرتؐ سے اجازتِ سفر کا ملنا ،

—— قطعِ راہ اور راستے میں لوگوں کو حالات سے مطلع کرنا ،

—— یزید اور بنی امیہ کے اقتدار پر تنقید ،

—— مکے میں حضرت کا شاندار خطاب اور عوام سے تعاون کی اپیل ۔

یہ سب باتیں حضرت کی آگاہی کی نشاندہی کرتی ہیں ۔

حضرت نے یہ راستہ منتخب فرمالیا —— مگر کچھ لوگ ، اپنے دور کے —— نام نہاد —— سیاست داں —— تجربہ کار اور اپنے دور کے نامور ، آگے بڑھے ، حضرت سے ملے ، آپ کو اس اقدام سے روکا ۔

ان کا خیال تھا کہ ——

یہ قدم ایسا ہی ہے جیسے تلوار کی دھار پر گھونسا مارنا ۔

امامؑ کا طریق کار

امامؑ جانتے تھے کہ ان کے ساتھی مارے جائیں گے اسی بنا پر انھیں صورتِ حال سمجھا کر اختیار دیا :

" من کان باذلا فینا مهجته ....

"جو شخص اپنا خونِ جگر بہانے پر تیار ہو وہ ہمارے
ساتھ آئے ...."

لہٰذا جو لوگ انسانی معاشرے کے دکھ درد کا پورا پورا احساس رکھتے تھے ، جو لوگ مسائل کی تہہ کو پہنچ کر انھیں حل کر سکتے تھے ، وہی آپ کے ساتھ شریکِ سفر ہوئے تھے۔

پھر ان ہمراہیوں کو امامؑ منزل بہ منزل پرکھتے بھی رہے۔

امام باخبر تھے کہ انقلاب کے آخر میں خواتین کو ذمہ داریاں سونپنا ضروری ہے وہی تمام حقائق عوام تک پہنچائیں گی۔

حضرت باخبر تھے کہ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے بعد عوام ایک ظالم حکومت کے شکنجے میں جکڑ جائیں گے ، انھیں سانس لینے اور دم مارنے کا حق نہ رہے گا لیکن ایسی شیر دل خواتین ہیں جو ——— حقائق کا اعلان کر سکتی ہیں ———

اور ——— حکومت کی گرفت کے باوجود وہ راز افشا کریں گی سنسر شپ کو توڑیں گی ———

واقعتاً ایسی صلاحیت رکھنے والی خواتین ——— اور ——— اس منصب کی اہل بیبیاں آپ کے ہم رکاب تھیں۔

دوسرا زاویہ یہ بھی دیکھیے کہ امام تمام زن و فرزند لے کر چلے کہ دشمن کے لیے عذر کی گنجائش نہ رہے۔ اسے معلوم ہو کہ امامؑ اپنی پوری قوت اکٹھا کر کے میدان میں اترے ——— انھوں نے بھرپور جدوجہد کے ساتھ استقلال کا مظاہرہ کیا۔

اس طرح دشمن سے مقابلہ کا رخ معین ہو گیا ———

بات الجھنے اور جھگڑنے کی نہیں۔ مسئلہ تھا انقلاب کے لئے اس کی تکمیل کا ـــــ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب مرحلے اپنی غیر معمولی حرکت آفرینی کے ساتھ طے ہو گئے۔

تکنیک اور اس کی قیمت

ہم جانتے ہیں ـــ امامؑ کا مدینے سے مکے، خاص طور پر مکے سے عراق جانا، معمولی اور سرسری کام نہیں تھا۔ بڑے بوڑھوں ـــــ ابن زبیر ـــ ابن عمر ـــ محمد حنفیہ جیسے لوگوں نے امامؑ کو اس اقدام سے روکا۔ بعض لوگ تو نصیحت سے بڑھ کر ملامت تک پہنچے۔

ایسے حالات میں عورتوں اور بچوں کو کیوں لیے جا رہے ہیں؟

پھر یہ بھی دیکھا کہ امام علیہ السلام نے مشورہ دینے والوں کی باتوں کو غیر اہم قرار دیا اور سب کو نظر انداز کر دیا ـــــ اہل بیتؑ کو شریک سفر کیا ـــ

سوال یہ ہے کہ یہ اقدام مفید تھا یا مضر ـــــ؟

تحقیق سے ثابت ہو چکا کہ امام اپنے ساتھ خواتین کو لانے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھے۔

ہم نے دیکھا کہ وہ عظیم پیام کی ذمہ دار بنیں ـــ انھوں نے مقصدِ شہادت و انقلاب کی نگہداشت کی۔ بلکہ تحریک کو جاری رکھنے اور اس کے نتیجہ خیز ہونے کے لیے انھوں نے زمین ہموار کی ـــــ

فرض کیجیے، یہ خواتین اپنے بھائیوں یا شوہروں کے ساتھ نہ آتیں

مکے یا مدینے ہی میں رہتیں، تو بتایئے،

وہ وہاں کیا کرتیں ——— ؟

جب تک ان کے وارث سفر میں رہتے، اور ان کی خبرِ شہادت تک یہ عورتیں اپنے گھروں میں بے کار بیٹھی رہتیں !۔ دنیا کی عورتوں کی طرح عام زندگی گزارتی رہتیں ۔ جس دن خبرِ شہادت ملتی اس دن رو بیٹھتیں ——— بات ختم ہو جاتی ۔

امامؑ انھیں ہمراہ لے گئے، انھوں نے تاریخ کربلا اور سانحے کے تمام اجزا چشم دید گواہ کے طور پر سب کو بتائے ۔

اسی کے ضمن میں اموی اقتدار کے نقائص، ان کی ذلیل اور حقیر سیاست، ان کی رفتار و گفتار و کردار سے عام آدمیوں کو باخبر کیا،

اور چونکہ زخم کھائے ہوئے تھیں اس لیے ان کی آواز میں درد و سوز زیادہ تھا ——— ان کی آہ میں تاثیر اور لہجے میں گرمی و دلکشی تھی، لہٰذا جس نے انھیں دیکھا ——— جس نے ان کی بات سنی اس کے دل پر نقش بیٹھ گیا۔

رکاوٹیں

آپ نے پڑھا ہے کہ متعدد عزیزوں نے امامؑ کو سفر سے روکا، بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے جانے کو منع کیا ——— گویا سب سمجھتے تھے کہ سفر کا انجام موت یا شہادت ہے ———

سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دینے والوں میں سے کچھ حضرات نے منت و سماجت بھی کی۔

۱ - مرد :

مردوں میں بہت سے اپنوں اور بیگانوں نے سفر سے روکا۔ ان میں سے چند نام مشہور ہیں :

عبداللہ بن عمر ــــــ عبداللہ بن زبیر ــــــ عبداللہ بن عباس ــــــ خود آپ کے بھائی محمد حنفیہ ــــــ

ان لوگوں نے پہلے تو نصیحت کی، اس سفر کو نظرانداز کر دیجیے، اس سفر کا انجام خوشی نہیں ہے، اس کا نتیجہ موت اور شہادت ہے۔

جب یہ دیکھا کہ حضرت مشورہ قبول نہیں کر رہے ہیں تو پھر یہ کہا :

اچھا تو کم از کم بچوں اور عورتوں کو نہ لے جائیے ــــ ہمیں ڈر ہے کہ دشمن آپ کو شہید نہ کر دیں اور پھر ان بے چاری عورتوں کو بھیانک مناظر دیکھنا پڑیں۔

کچھ دوست مشورہ کے طور پر امامؑ کے ساتھ بیٹھے اور رائے دی :

"آپ کسی تحریک یا جدوجہد کا خیال چھوڑ دیں خاموش بیٹھے رہیں۔"

امامؑ نے فرمایا :

"میں ذلت کے سائے میں سر جھکانے یا بے تدبیری کے عالم میں دشمنِ اسلام کے چنگل میں جانے والا نہیں ہوں"

۲ - خواتین :

بنی ہاشم کی عورتوں نے امامؑ کے سفر کو بہت بڑا قدم اور خطرناک کام تصور کیا۔ جب امامؑ روانہ ہو رہے تھے اس وقت کچھ عورتیں روتی ہوئی

بڑھیں اور راستہ روکنے ،سفر سے باز رکھنے کے درپے ہوئیں ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان خواتین نے ایک میٹنگ کی،سب مل کر بیٹھیں اور واقعہ کی سنگینی پر تبادلۂ خیالات ہوا ۔ امامؑ بھی اس میں شریک ہوئے اور سب کو اپنا فیصلہ سُنا کر رونے اور گھبرانے سے منع کرکے ہدایت فرمائی اور حکم دیا —— اب اس کا چرچا نہ کریں ۔

امامؑ کی ایک پھوپھی نے کہا :

" ہاتف سالارِ کارواں اور کارواں کے بارے میں
کہہ رہا تھا کہ موت ان کا استقبال کر رہی ہے ۔"

امامؑ نے تردید یا تصدیق کیے بغیر انھیں تسلی دے کر بات ختم کر دی ۔

بنی ہاشم کی عورتیں انھیں رو رو کر عراق جانے سے اس لیے روک رہی تھیں کہ وہ سب حضرتؑ کو اللہ کی امانت جانتی تھیں ۔ انھیں فکر تھی کہ حضرت قتل نہ کر دیے جائیں ۔

وہ بنی امیہ کو اللہ کا باغی سلطان جانتی تھیں ——
انھیں بنی امیہ سے یہی امید تھی کہ وہ امانتِ خدا کو ضایع کردیں گے ——

یہ بیبیاں " شہادت " سے خوفزدہ نہ تھیں —— مگر ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ امامؑ کی زندگی بچ جائے اور لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے رہیں ۔

یہ بات بجائے خود ان کی معرفت اور خدمتِ دین کی دلیل ہے ۔

امامؑ ان کو سمجھاتے اور بتاتے رہے کہ اس کے علاوہ اب کوئی چارہ نہیں ،

سفر کرنا ہی ہے ——

۳ - اُمِّ سلمہؓ :

حضرت اُمِّ سلمہ، زوجۂ نبیؐ اور ام المومنین تھیں ۔ ان کو امام حسینؑ سے محبت تھی اور وہ انھیں مادر کہہ کر خطاب کرتے تھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سابقہ باتوں اور حضرتؐ کی اطلاعات کی روشنی میں وہ پیش بینی کر رہی تھیں کہ وہ کربلا میں بے وطن و تنہا شہید کر دیے جائیں گے —— چنانچہ جب انھیں سفر کی خبر ملی تو امامؑ سے فرمایا :

"پیارے ! عراق جا کر مجھے دکھی نہ کرو ۔ میں نے تمھارے نانا سے سُنا ۔ حضورؐ کہتے تھے : میرا حسینؑ کربلا میں مارا جائے گا ۔"

امامؑ نے جواب دیا :

"اماں ، مجھے معلوم ہے ، میں کربلا میں قتل کیا جاؤں گا خاندان دشمنوں کے ہاتھوں قیدی بنے گا ۔ مگر یہ راستہ طے کرنا ہے اور اسی میں دین کی بھلائی ہے ۔"

اصرار

سفر سے روکنے کے لیے مختلف افراد نے جو کچھ کیا اس کے مقابلے میں کچھ افراد اصرار کرنے والے بھی تھے ، خصوصاً خواتین ——

جناب زینبؑ نے پردے کے اندر جب ابن عباس کی گفتگو سُنی وہ کہہ رہے تھے :

"اچھا، تو زینبؑ واُمِ کلثوم اور دوسری خواتین کو
نہ لے جائیے ـــــ"

زینبؑ نے فریاد بلند کی اور کہا :

" ابنِ عباس! آپ بھائی کو بہن سے جدا کرنا چاہتے ہیں؟
نہیں ـــــــ ،
خدا کی قسم میں ہرگز حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔"

اسی قسم کی باتیں، زوجۂ امام حسینؑ ، رباب ، حضرت کی دختر اور عاشقِ راہِ حسینؑ خواتین سے سُنی گئیں۔

ساتھیوں کا انتخاب

امامؑ نے یونہی خواتین کو ہمراہ نہیں لیا ـــــ خواہ وہ گھر کی عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔

میرا گمان ہے کہ حضرت نے اس مرحلے میں اسی طرح ایک بڑے انتخاب کا اہتمام فرمایا جیسے شبِ عاشورا اپنے اصحاب کا امتحان لے کر انصار کو چُنا تھا۔ حضرت نے ان عورتوں کو چُنا جو متحمل مزاج ، بردبار ، بے خوف اور نڈر تھیں ـــــــ ،

جنھیں واقعات شہادت کی خبر تھی ـــــــ جن کی اخلاقی جرأت وجسارت کی سطح بلند تھی۔

امامؑ نے ان خواتین کو چُنا جو نجی زندگی کے دائرے سے قدم آگے بڑھا سکیں ـــــ جو معاشرے کے خدمت گزاروں کی صف میں کھڑی ہوسکیں ـــــــــ ،

ایسی خواتین ــــ، جو دنیائے اسلام کی عظیم مقرر و خطیب تھیں ــــ وہ شہادت اور واقعاتِ شہادت کی تشریح کرسکتی تھیں،

عراق اور شام کے بازاروں میں، عوام کو واقعات کی اہمیت سمجھا سکتی تھیں۔

امامؑ نے ان کو چُنا جو اپنی آبرو و عظمت کا دفاع کرسکتی تھیں، جو انتہائی غم واندوہ کے عالم میں بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہوں ــــ جو نصب العین کو نہ بھولیں۔

امامؑ نے ان سے وہ خواب بھی بیان کردیا جو قبرِ انورِ پیغمبرؐ کے سرہانے دیکھا تھا اور خوب اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ یہ وعدہ بہت جلد وفا ہوگا۔

بے خوف سفر

امامؑ مدینے سے مکے اور مکے سے عراق کی راہوں میں ایسی صورتِ حال سے دوچار تھے کہ ہر لمحہ خطرہ ان کو للکارتا تھا۔ حضرت کا خاندان اس سے واقف تھا، ہر روز امکان کہ دشمن یلغار کرکے آجائے اور بیابان میں جنگ شروع کردے۔

کچھ خیر خواہوں نے حضرت کو مشورہ دیا کہ راستہ بدل لیں اور محاورے کی زبان میں ــــ خطروں سے بچنے کے لیے بے راہ ہو کر منزل نکل چلیں۔ لیکن امامؑ نے یہ تجویز قبول نہ فرمائی اور حسبِ سابق ثباتِ قدم کا نمونہ بنے رہے۔

اس سلسلے میں اہم ترین نکتہ، خواتین کی مکمل خاموشی و اطمینان ہے۔ انھوں نے مردوں جیسی کوئی متبادل تجویز یا مشورہ پیش کیا ہو، سننے میں نہیں آیا۔

اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ان خواتین کے دلوں میں کیسی جرأت وقوت تھی۔ وہ اپنے معاملات کو روشن دلی و اطمینان کے ساتھ روبراہ دیکھ رہی تھیں ـــــــ!

خواتین کی راہ وروش

ان عورتوں کا رویہ اس پوری تحریک میں سکون وسکوت وثبات آفرین رہا ـــــــ!

کل کیا ہوگا ـــــــ؟

یہ سوال ان کے یہاں زیر بحث نہ تھا، وہ بڑے اطمینان سے آگے بڑھ رہی تھیں، ان کا سفر اس شان سے جاری تھا جیسے وہ اپنے شوہروں، بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت کے لیے مضبوط عزیمت کے ساتھ قربان گاہ میں جا رہی ہوں۔

ان خواتین کو معلوم تھا ـــــــ ھدف ومقصد کی زمین بڑی سنگلاخ ہوتی ہے۔ اس راہ کو توکّل، ایمان اور عظیم روحانیت کے سہارے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ چھوٹی روحانیت اور لرزتے ایمان کے ساتھ اس راہ سے گزرنا مشکل ہے ـــــــ ان خواتین کو علم تھا کہ ان کے شوہر اور فرزند مارے جائیں گے لیکن اسلام زندہ رہے گا۔ یہ عقیدہ ان کے لیے بڑا اطمینان بخش تھا۔

زندگی سے نیکی کا حصول اور اس راز کا انکشاف کہ سب مرجائیں گے دوام وبقا خدا کے لیے ہے۔ اسی فہم وبصیرت نے انھیں اشارہ کیا اور وہ

بڑی ثابت قدمی سے آگے بڑھیں۔ انھوں نے "پیغام رسانی" کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا اور بڑی خوبی سے اپنی ذمّہ داری انجام دینے کے لیے تیار ہوئیں۔

فاطمۂ زہرا اور ام المومنین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہما کی بیٹیاں اپنے نصب العین وھدف میں بڑی پختہ عزیمت سے بہرہ ور تھیں کیونکہ ان کی جدۂ ماجدہ اور والدۂ گرامی اسی راہ پر چل چکی تھیں۔ اب ان کے لیے اس دبستانِ فکر وعقیدہ کا پابند ہونا آسان تھا۔ انھیں اس میدان میں مشق و تجربہ (اور وراثتاً علم) حاصل ہوچکا تھا۔

کچھ خواتین کی پریشانیاں

ایک بات اور کہتا چلوں کہ خواتین کے اس گروہ میں خاص طور پر چند عورتیں اثنار راہ میں امام کے ساتھ ہوگئی تھیں اور کچھ مکے سے ہی شریک سفر تھیں۔ یہ عورتیں کچھ پریشان پریشان رہیں یا ناخوشگوار حالات دیکھ کر گھبرا گئی تھیں۔

ان کے حالات کی بنا پر یہ حق انھیں دینا اور ان کی بے چینی کو معقول سمجھنا چاہیے ——— کیونکہ:

① ——— یہ خواتین کوئی واضح مقصد نہ رکھتی تھیں۔

② ——— ان کے مرد مالِ غنیمت یا منصب ومقام کے خیال سے شریکِ سفر ہوئے تھے خطرات سے دوچار ہونے کا مطلب ان کے فوائد کا خطرے میں پڑنا تھا۔

۳ ——— کچھ عورتیں وہ تھیں جو ناز و نعمت میں پلی بڑھی تھیں اور اتفاق سے میدانِ کارزار نہ دیکھ سکی تھیں۔

۴ ——— عورتوں میں مردوں کی نسبت رقتِ قلب زیادہ ہوتی ہے۔

۵ ——— کچھ عورتوں کو اپنے مَردوں کا مستقبل، قتل ہونا تو معلوم تھا مگر اپنا مستقبل، قتل یا اسیری، معلوم نہ تھا۔

البتہ حضرت زینبؑ اور دوسری بلند مرتبہ خواتین کا کام ان خواتین کی حفاظت و دلدہی اور خطروں سے دور رکھنا تھا تاکہ یہ بیبیاں زیادہ نہ گھبرائیں اور اپنی پریشانی سے دشمن کو خوشی کا موقع نہ دیں۔

امامؑ کی طرف سے قبل از وقت خطرے کا اعلان

امام علیہ السلام نے راہ صاف کرنے کی خاطر (ان لوگوں کو جو ممکن ہے بے خبری کے عالم میں یا منصب یا مالِ غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے شریکِ سفر ہونے کا ارادہ کیا ہو) ہر دو تین دن بعد خبردار کرنا ضروری سمجھا اور انھیں بتایا کہ آئندہ اس راہ میں کس قدر مصائب و مشکلات کا سامنا ہوگا۔

مثلاً ایک منزل "بطن عقبہ" میں فرمایا۔

"میں اس سفر میں اپنے تئیں مقتول دیکھ رہا ہوں

......ایک کالے رنگ کا کتا، جس کے بدن پر
سفید نشان ہیں، مجھے ستا رہا ہے۔"

ایک اور منزل پر فرمایا:

"بنی امیہ جب تک میری جان نہ لے لیں گے اس
وقت تک مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔"

اکثر مقامات پر، طرح طرح کی خبریں سن کر" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" فرماتے رہے۔

جب سے حُر نے راستہ روکا تھا اس وقت سے اس قسم کی گفتگو زیادہ فرمانا شروع کر دی تھی۔

خطروں کی نشاندہی کے متعدد فائدے تھے۔ مثلاً ساتھیوں کی ثابت قدمی کا مطالبہ کہ جو مرتے دم تک ساتھ رہنا چاہتے ہیں وہی ہمرکاب رہیں۔ دوسرے یہ کہ خواتین کے حوصلے بلند کرنا کہ وہ آہستہ آہستہ مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے اچھی طرح تیار ہو جائیں۔

راستے میں ہمرکاب ہونے والیاں

راستے میں قافلے سے کچھ بیبیاں ایسی بھی آملیں جو اپنے وارثوں کی شہادت طلبی کا جذبۂ صادق دلوں میں لیے ہوئے تھیں۔ جیسے زہیر بن قین جو عثمانی تھے اور راستے بھر امامؑ سے دور اپنے خیمے لگاتے ــــ اور خوش گزرانی کے دن کاٹتے چلے آرہے تھے۔ امامؑ نے آدمی بھیج کر انھیں طلب فرمایا۔

زہیر نے امامؑ سے ملنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔

بیوی نے کہا:

" رسولِ خداؐ کے فرزند آپ کے پاس آدمی بھیج رہے ہیں اور آپ حاضری میں کوتاہی کر رہے ہیں؟ کوئی عذر و اعتراض ہے تو وہاں جائیے، ان کی بات سُن کر واپس آجائیے گا۔ مگر نہ جانا بے ادبی ہے۔"

اس بی بی نے مجبور کر کے زھیر کو امامؑ کے پاس بھیجا ——— وہ گئے ——— اور ——— پلٹے تو بیوی کی بات رنگ لا چکی تھی ——— یعنی انھوں نے اپنے شوہر کو گروہِ شہداء میں داخل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

یہ اس بی بی کی اپنے شوہر کے لیے سب سے بڑی خدمت تھی ———!!!

زوجۂ عبداللہ بن عمیر کلبی نے کوفے کے قریب منزل "نُخَیلہ" میں ابن زیاد کی فوج کو ادھر ادھر جاتے دیکھ کر پوچھا:

" یہ فوج کہاں جا رہی ہے ———؟

عبداللہ: " حسین بن علی (علیہما السلام) سے لڑنے "!

بیوی نے شوہر سے تمنائے شہادت کا اظہار کیا تو شوہر اس، سعادت کے لیے تیار تھا۔

بیوی: " کیا اچھا خیال ہے ——— خدا تمھیں ثابت قدم رکھے، ہمیں بھی لیتے چلو؟ "

دونوں آٹھویں کی رات کو کربلا پہنچے اور عبداللہ عاشور کے دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔

دوسری مددگار خواتین

امامؑ کے ہم رکاب اور براہِ راست شریکِ معرکہ ہونے والی خواتین کے ساتھ ان خواتین کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں جو کربلا میں تو حاضر نہ تھیں مگر ان کے کام کربلا والیوں جیسے تھے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر ان خواتین میں "طوعہ" کا نام لیا جائے ——— وہ بی بی جس نے کوفے میں حضرت مسلمؑ کو پناہ دی اور جنابِ مسلم نے ایک رات وہاں گزاری۔

یہ وہ وقت تھا کہ سب ساتھ چھوڑ چکے اور ابن عقیل تنہا گلیوں میں پھر رہے تھے۔

سعد کی صاحبزادی " ماریہ " کی خدمت دیکھیے ——— وہ پرخلوص، محبت اہلِ بیتؑ، جس کے گھر میں منصوبے بنے اور " یزید بن نبیط " ان کے غلام عامر، سیف بن مالک، ادھم بن امیہ یہیں سے مکے اور مکے سے کربلا گئے اور شہادت بھی حاصل کی۔

اس طرح وہ گمنام خواتین جو کربلا کے راستے اور شام کی راہوں میں اسیروں کی خدمت کرتی رہیں ——— یہ عورتیں بھی طاقت بھر امامؑ کے مقصد کو آگے بڑھانے میں معاون و مددگار کہی جائیں گی اور ان کا کردار بھی زیرِ نظر رہنا چاہیے۔

خبرِ شہادتِ حضرت مسلم

امام علیہ السلام کے کئی مقامات پر ساتھیوں کو صورت حال کی طرف

متوجہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ راستہ سوچ سمجھ کر طے کریں اور گرم بھٹیوں میں تپ کر صاف کندن بن جائیں ——
کھرے اور چمک دار ——

ان مقامات میں ایک موقع وہ تھا جب امامؑ کو حضرت مسلم کی خبرِ شہادت ملی تو آپ نے دوستوں کو مطلع فرمایا، سانحہ کا حال سنتے ہی وہ کُہرام بپا ہوا جس کی مثال اب تک نہیں دیکھی گئی تھی۔

کچھ لوگ ہل گئے اور اسی منزل سے پلٹنے کو تیار ہوئے، کچھ ساتھیوں نے ثابت قدمی پر اصرار کیا اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھنے اور منزل پر پہنچنے کا عزم جاری رکھا۔

امامؑ نے حضرت مسلم کی صاحبزادیوں کو بلایا —— گود میں بٹھایا، سروں پر دستِ شفقت رکھا —— امامؑ کا انداز دیکھ کر بچیوں کو اپنے یتیم ہونے کا یقین ہوگیا۔ یہ منظر عجیب تھا۔ عورتیں اس وقت ڈگمگا سکتی تھیں —— یہ واقعہ انھیں آگے بڑھنے اور نصب العین پر ثابت قدمی سے روک سکتا تھا۔

دیکھا تو وہ خواتین اسی طرح استوار و طلب گارِ سفر تھیں۔

خیمہ گاہ

قافلہ کربلا پہنچا —— امامؑ نے یاد دلایا ——
یہ وہی وعدہ گاہ اور منزلِ سفر ہے۔

خلافِ معمول خواتین کے خیمے نشیب میں لگوائے، خیمے ایسے مقام پر، اس طرح نصب کرائے کہ خواتین میدان جنگ و خونریزی کو براہ راست

نہ دیکھ سکیں۔

لوگ سمجھ گئے ہوں گے۔ حضرت اس نفاست سے خواتین کو واقعے کی اہمیت جتا اور سمجھا رہے تھے۔ چنانچہ کچھ عورتیں اس مرحلے میں روئیں، کچھ نے مدینہ جانے کی خواہش کی۔ کچھ اس مرحلے میں بھی خاموش رہیں۔

شبِ عاشور نے صورتِ حال کو بالکل واضح کر دیا۔ اس پس منظر میں امام علیہ السلام کی تقریر نے راستہ بھی دکھایا اور چارہ سازی بھی کی۔

اب صرف وہی خواتین اور وہی مرد ساتھ رہ گئے جو حوصلہ مند تھے، جو پیغامِ شہادت دوسروں تک پہنچانے کی ہمت رکھتے تھے۔

سبحان اللہ کیا رات تھی ——— !

اور خواتین کا عالم کیا تھا ——— !

مرد کس منزل میں تھے ——— !

ان کے خیالات کیا تھے ——— !

———— . ————

ماحول وصورتِ حال کی سنگینی دیکھ کر یہ خواتین اصحاب سے
کہتی تھیں :

" امامؑ کی مدد کرنے میں
کوتاہی نہ آنے دیں ۔ امام تک کوئی ———
گزند نہ آنے پائے ۔"

اصحاب ان باتوں کو سن کر رونے لگتے تھے ———
یہ رونا عزیمت ، محبّت اور مقصد سے شدید
وابستگی کا آئینہ دار تھا ۔

عبداللہ کلبی میدان میں ———
جاں بہ لب تھے ———
زوجہ سرہانے پہنچیں ——— جا کر بیٹھیں ———
ان کے چہرے سے خاک وخون صاف کر کے کہنے لگیں :

" آپ پر آفریں !
جنت مبارک ہو ، کیا خوب جاں نثاری فرمائی ۔
اور کیا خوب شہادت حاصل کی ۔"

چھٹا حِصّہ



کربلا سے شہادت تک

تاریخ کربلا کس قدر عجیب منظر کی چشم دید گواہ ہے ——

سامنے میدانِ جنگ دشمنوں سے چھلک رہا ہے ——

دوسری طرف تھوڑے سے افراد ——

ان میں سے کچھ تو بہت کم سن بچے ہیں —— تیسری بات یہ ہے کہ سب پیاسے اور بھوکے ——

چوتھی بات —— محاذ جنگ کے پیچھے خواتین اور بچے محبتیں اور الفتیں ——

پانچویں بات —— کچھ حیران و پریشان انجام سے بے خبر ——

امامؑ کے بعد ان پر کیا گزرنے والی ہے ——؟ دشمن کے ہاتھوں کیا سختیاں جھیلنا ہوں گی ——، کون سا راستہ انھیں اختیار کرنا ہوگا۔

کربلا میں طاقت آزمائی کا مسئلہ نہیں تھا —— بند مٹھی تھی اور تلوار کی دھار —— پیدل تھے یا گھوڑے سے سوار، گنتی کے افراد

مسلح لشکر کے سامنے کھڑے تھے ـــــ اور بڑی شان سے ـــــ پوری عزیمت سے شہادت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

روزِ عاشور ـــــ تجلّیِ یوم اللہ کا لمحہ ـــــ وہ دن جس میں عورت ، مرد ، بوڑھے، جوان ایک میدان میں جمع تھے۔

سب کا خیال یہی تھا کہ اپنے گلے کا خون رواں اور اپنی ہتھیلی پر جان دیکھیں تاکہ جاں نثاری کے بعد شجرِ اسلام سوکھنے نہ پائے۔ وہ اپنے سروں کی بازی لگائے اور اپنی جانوں پر کھیلے ہوئے تھے کہ حق کو پامال نہ ہونے دیں۔

جد وجہد کا رخ اسلام کی آزادی اور کلمۂ توحید کی سربلندی کی طرف تھا ـــــ اس میدان میں خواتین اپنی منزل اور اپنا درجہ نمایاں کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

فرض شناسیاں

دنیا میں کون ہے جو میدان کربلا میں ان عظیم خواتین کی فداکاریوں کو نہیں جانتا ـــــ جو اِن کی قربانیوں اور ثابت قدمیوں کو فراموش کرسکے ـــــ ؟

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ فرار کی راہیں بند تھیں اور معرکے سے بچ نکلنے کا امکان نہ تھا ـــــ ،

نہیں ـــــ ہرگز ایسا نہیں ہے ،

خطرے سے بچنا ، ان کے لیے بہت آسان تھا۔ وہ اپنے شوہروں کی منت کر کے میدان سے اپنے واپس جانے کا مطالبہ کرسکتی تھیں۔

ان خواتین نے فرض شناسی کے انداز میں ثابت قدمی دکھائی اور برمحل فداکاری کا مظاہرہ کیا ــــــــــ

دلاوری اور وہ بھی صرف خدا کی رضا کے لیے ــــــ

کام کیا اور پوری جد وجہد سے ــــ

لیلیٰ دخترِ میمونہ، حضرت علی اکبرؑ کی والدہ سے کربلا میں کہا گیا:

" بی بی! آپ یزید کی رشتہ دار بھی ہوتی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں ــــــ؟ "

دلیر و بلند ہمت خاتون نے جواب دیا:

" اگر تمھیں واقعاً رشتہ داری ہی کا خیال ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے کی بنیاد پر سوچو!"

مقابلے

ان خواتین نے ھدف ونصب العین کے لیے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ دنیا حیران ہے۔ ان کے استقلال آفریں لہجے کی باتیں اور طنز وطعن کے تیر ٹھیک ٹھیک نشانوں پر بیٹھتے رہے۔ انھوں نے عیش وعشرت کو بھلا دیا زندگی کی راحت اور گھر کے مسکراتے ماحول کو خیر باد کہا۔ نرم بستر اور گرم گودڈں کی یاد دل سے نکالی۔

ایسے ارادے دکھائے جو کسی طرح بھی تسخیر نہیں کیے جا سکتے تھے۔

دشمن کے قبضے میں جاکر، یا ان کے روبرو کیا کرنا ہے؟ اس سوال کا جواب صاف اور واضح تھا ــــــــ

کسی صورت میں ــــــــ کسی انداز سے التجا نہیں کریں گے!

—— ان کی روٹی اور کھجوریں نہیں کھائیں گے ——— !
—— عاجزانہ گفتگو زبان پر نہ لائیں گے ———— !
—— دشمن کے سامنے نالہ و فریاد کو وسیلہ نہ بنائیں گے — !
—— آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر آہ نہ آنے دیں گے ——— !
کیوں ———— ؟
اس لیے کہ دشمن ان کی استقامت دیکھ کر احساس کمتری و شکست میں مبتلا ہو، اپنی ناکامی پر شرمسار رہے۔

شبِ عاشورا

تاریخ کربلا میں خواتین پر دو راتیں بہت سخت گزریں۔
عاشور کی رات ————، شبِ الوداع۔
گیارہویں کی رات ——— جو شامِ غریباں تھی۔
شب عاشور کیا کیا دکھائی اور کیا کیا سنائی دے رہا ہے —؟

۱۔ آنے والے دن کی خبریں :

امامؑ نے عاشور کی رات کو خطبہ دیا، اس وقت سب ساتھی حاضر تھے سب نے امامؑ کی تقریر سنی۔ امامؑ نے یاد دہائی فرمائی کہ :

صبح روزِ مرگ و شہادت ہے۔ جو شخص صبح کو یہاں ہو گا وہ شہید کیا جائے گا۔

یہ بات آزمائش و امتحان کے لیے ایک اچھی تمہید تھی۔ چنانچہ کچھ لوگ میدان چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

آدھی رات کو امام علیہ السلام جناب زینبؑ کے خیمہ میں آئے ۔
زینب سلام اللہ علیہا نے پوچھا :

" آپ نے ساتھیوں کو اچھی طرح ملاحظہ کرلیا ہے ـــــ ،
آزمالیا ـــــــ ، ان کے ضمیر سے باخبر ہیں ؟
یہ لوگ ثابت قدمی و مردانگی کا مظاہرہ کریں گے ـــ ؟
دشمن کے مقابلے میں ہتھیار تو نہیں ڈالیں گے ؟ "

جواب ملا :

" بخدا ، ان کو اچھی طرح آزمالیا ہے ـــــ انھیں
بلند ارادہ ـــــ اور ـــــ بلند مرتبہ پایا ہے ۔
وہ موت سے اس قدر مانوس ہیں جیسے شیرخوار بچہ
ماں کے دودھ سے ۔ "

۲۔ خواتین کا گریہ :

بہت سی خواتین نے رات کو امامؑ اور ان کے ساتھیوں کی خبرِ شہادت سن کر بے چینی اور اشک و آہ کا مظاہرہ بھی کیا ۔
یہ بے قراری اس بیوہ جیسی نہیں تھی جو اپنے شوہر کے لیے دکھاتی ہے اس کا رونا ، زندگی اور راحت کے ختم ہونے پر مبنی ہوتا ہے ۔
ان خواتین کا رونا اس شخص کی طرح تھا جو اپنی تمنا سے ہاتھ دھو بیٹھے ـــــــ !
اس قسم کی حالت اور اس طرح کی بے قراری حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے یہاں دیکھ کر بات سمجھ میں آجاتی ہے ۔

زینبؑ اپنے نالہ و فریاد میں کہہ رہی تھیں :

"کاش، آسمان پھٹ کر زمین پر آجاتا۔ پہاڑ ٹکرا
کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ...."

یہ باتیں بے چارگی و عاجزی کی بنا پر نہیں تھیں ——— یہ تاثراتِ غمِ معزز اور پیاروں کی شہادت کی اہمیت بتاتے تھے۔ انھیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ان کی موت سے دین کا نظام درہم برہم اور نبوت کا رشتہ پارہ پارہ ——— اور نورِ شریعت خاموش اور امامت کا ہرا بھرا درخت مرجھا جانے کا خطرہ ہے۔

ماحول وصورتِ حال کی سنگینی دیکھ کر کبھی یہ خواتین اصحاب سے کہتی تھیں :

"امامؑ کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ آنے دیں۔ امامؑ تک
کوئی گزند نہ آنے پائے۔"

اصحاب ان باتوں کو سُن کر رونے لگتے تھے۔ یہ رونا عزیمت محبت اور مقصد سے شدید وابستگی کا آئینہ دار تھا۔

۳۔ امامؑ کا درس

امام علیہ السلام ہر مرحلے میں درس دیتے رہے ———،

درسِ مقابلہ وصبر و برداشت و ثابت قدمی۔

اس درس میں اپنی مثال اور اپنا کردار نمایاں فرماتے تھے کہ :

ضبط کرو اور ناقابلِ بیان اسرار برداشت کرو۔

ایک درس میں حضرت زینب سے فرمایا :

" میری بہن سوچو تو ـــــ! آسمان فنا ہو جائیں گے،
زمین کو فنا ہے ـــ، نانا ہم سے بہتر تھے دنیا
سے تشریف لے گئے ـــــ، والدِ بزرگوار نہ
رہے ، والدۂ ماجدہ ، برادرِ عالی قدر ......
.... سب اس جہان سے جا چکے ـــــ، بجز ذاتِ
پروردگار یہاں کسے قرار ہے ؟ "

موت و شہادت کے مرحلے کو برداشت کرنے اور حتمی بات کے مقابلے میں جزع و فزع روکنے کے لیے یہ درس بہت اہم تھے۔ حوصلہ افزا اور ہمت آفریں۔

۴ - ہدایت و نصیحت

امامؑ نصیحت اس لیے کر رہے تھے کہ دامنِ صبر کی گرفت ڈھیلی نہ پڑ جائے ـــــ اظہارِ درد و غم میں حد سے آگے نہ بڑھ جائیں مثلاً نصیحت کی :

" اس غم میں کرتے چاک نہ کرنا ـــــ اس
سوگ میں منہ نہ نوچنا ـــــ اپنے مرتبہ و وقار
سے گری ہوئی باتیں نہ کرنا۔

کبھی ان کو ہوشیار فرماتے اور متنبہ کرتے تھے کہ :

" ایسا نہ ہو کہ شیطان غالب آجائے اور تمھارے
ارادے کمزور کر دے "

حضرت زینب سلام اللہ علیہا رہبرِ خواتین کو مخاطب کر کے دوسری

عورتوں کی توجہ بھی موڑی۔

"تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، میری خواہش ہے کہ ایسے کام نہ کرنا ——— میرے غم میں گریبان نہ پھاڑنا، چہرے پر خراش نہ ڈالنا ———، آہ و واویلا نہ کرنا......."

ایک اور موقعہ پر بے قراری دیکھ کر فرمایا:

"بہن! تمھارے حواس و عقل کو شیطان معطّل نہ کر دے...."

اس سے رہنما اشارہ یہی تھا کہ اپنی شخصیت و ذمہ داری پر نظر رکھیں اور بہترین طریقے سے اس کو بچائیں ——— دشمن تو قدم ڈگمگاتے دیکھنا چاہے گا ——— !

یہ قیمتی نصیحتیں، زینبؑ کے حوالے سے تمام ستم رسیدہ خواتین کے لیے تھیں تاکہ راستہ چلتی رہیں اور منزل تک پہنچ جائیں۔

۵۔ ایک نکتہ:

ایسی عورتیں بھی اس وقت موجود تھیں جو اپنے وارثوں سے ہم آہنگ نہ تھیں۔ وہ کربلا کا یہ دردناک منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھیں، نہ ان میں اتنا حوصلہ تھا کہ شوہر اور برادر کو اکیلا چھوڑ دیں۔ راستے بند اور حوصلے پست تھے ——— یہ عورتیں، دشمن کے اقدامات سے گھبرا کر خیموں میں رونا شروع کر دیتی تھیں۔

مگر اس قسم کے حالات میں ایسے معاملات کم و بیش رونما ہونا

کوئی نئی بات نہیں ہے ــــــ ،

البتہ عظمت کی بات یہ ہے کہ باعزیمت و باارادہ وتربیت یافتہ خواتین انھیں سنبھالتی اور خاموش کر دیتی تھیں۔

روزِ عاشورا

عاشورا ــــــ وہ دن ، جس میں حق وانصاف ، شرف و کرامت اور بلندفطرتی ایک طرف ــــــ

اور دوسری طرف ــــــ ذلت و پستی کے مجسمے تھے۔

دو صفوں کا مقابلہ تھا ــــــ

حق و باطل ــــــ ابراہیمؑ و نمرود ــــــ

موسیٰؑ و فرعون ــــــ حسینؑ و یزید ــــــ

ہر طرف جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی ، دشمن پوری تیاری کے ساتھ فرزندِ رسولؐ سے نبرد آزمائی کے لیے تیار تھا ــــــ ، وہ انھیں آنِ واحد میں فنا کرنے کی فکر میں ، اپنے سحر و جادو کا جال بچھائے تھا۔

ایک طرف یزید کا لشکر عمر سعد ، شمر و خولی و سنان کی سربراہی میں پھیلا ہوا ــــــ اور ــــــ دوسری طرف لشکرِ اسلام جس کی پیشوائی امام حسینؑ ، عباس اور حبیب ابن مظاہر کر رہے تھے۔

اگر عمر سعد اور یزیدی صف بستہ نہ ہوتے تو آدمی کا اس حد تک ذلیل اور گھٹیا پن کیسے معلوم ہوتا ۔ ؟

امام علیہ السلام کے انصار و مددگار ، عزیمت و اخلاص ، عظمت و ہمت کے ساتھ خیموں سے برآمد ہوئے اور جاں نثاری و فدا کاری کی رکاب

میں قدم ڈال کر شجاعت و دلیری کی سواریوں پر جلوہ نشیں ہوئے ۔ ان کا مقصدِ وحید ــــــــ

"امامؑ کی حفاظت تھا ۔"

اس راہ میں انھیں اپنی جان کی پرواہ نہ تھی۔

خواتین کا پروگرام

خواتین صبح سے عصر تک اپنے انتہائی اہم فرائض اور تاریخی مشن کو پورا کرنے میں مصروف رہیں ــــــــ

ان کے عظیم منصوبے کے چند نکتے یہ تھے :

۱۔ شہیدوں کی ہمراہی :

ان کی کوشش تھی کہ ہر شہید کا پوری طرح ساتھ دیں، ان کے تیور ایسے تھے جو دشمن کو جھنجوڑتے تھے ــــــــ انھیں نصب العین کی اہمیت سے خبردار کرتے تھے ــــ ان کی جدوجہد اور ان کا جلال دشمن کی آنکھیں جھکوا رہا تھا۔ انھوں نے کس نفیس طریقے سے ثابت کر دکھایا کہ وہ شہیدوں کے ہم قدم، مردوں کے پہلو بہ پہلو اور میدانِ عمل و کارزار میں مردوں جیسا کردار دکھا سکتی ہیں ۔

وھب کی زوجہ، خیمہ کا ستون لے کر میدان کی طرف جھپٹیں اور پکاریں :

"عبداللہ ! میں تجھ پر قربان۔ خاندانِ پیغمبرؐ کی مدد کرنا، دشمنوں سے دفاع کرنا ۔"

اس کردار و عمل کا دوسرے شہیدوں اور ان کے ساتھیوں نے بھی مظاہرہ کیا۔

۲۔ زنجیر نہ بننا:

میرے خیال میں شہیدوں نے بڑے ذہنی سکون سے میدانِ کربلا میں جان فدا کی ——— اس ذہنی سکون کے لیے خواتین کی ہمت افزا نفسیاتی کمک ———

کیونکہ وہ ان مردوں کے لیے بیڑی نہ بنیں ——— ان کی پریشانی کا سبب نہ ہوئیں ——— ان کے پیچھے چیخی چلائی نہیں کہ میدانِ جنگ میں ان کے سرتاج پریشان ہوتے۔

انصارِ امامؑ کے لیے یہ بہت بڑی نعمت تھی کہ ان کی خواتین انھیں ذہنی سکون دے رہی تھیں کہ وہ مردانِ راہِ خدا، پورے اطمینان سے جنگ کریں اور راہِ خدا میں یادِ خدا کے ساتھ جان نثاری کریں۔

۳۔ بچّوں کو بہلانا:

ان خواتین نے بچّوں کو بہلانے اور انھیں باپ یا بھائی کا دامن پکڑنے اور رکاوٹ بننے سے روکا تاکہ ان کی محبّت اور حسِ پدری کو جوش نہ آئے اور وہ لوگ میدان میں جانے سے کسی تاخیر کا شکار نہ ہونے پائیں۔

خیموں میں پانی ناپید تھا، بچّے رو رہے تھے، پانی ڈھونڈتے اور طلبِ آب کرتے تھے۔ خواتین بڑی نرمی اور محبّت سے انھیں

سمجھاتی بجھاتی تھیں کہ مجاہدین ان کی بے چینی سے غمگین اور دشمن ان
کے غم سے شاد کام نہ ہوں ——
پانی بند —— تدبیر ناممکن —— کیا کریں —
مگر خاموش، کوئی بات خلافِ رضار خدا لبوں تک ——
نہیں آتی —— مائیں بچّوں کو دلاسا دیتی رہیں ——
مگر کب تک ——؟

۴۔ اپنے اوپر قابو

منتظم اور انتہائی صبر کے ساتھ فرائض انجام دینے والی خواتین جن کی دلیری اور رکھ رکھاؤ ان کی پاکیزہ روح کی بلندیوں پر گواہ ہے بہت سے شہید خیموں سے رخصت ہو کر یوں گئے کہ ان کی بیوی اور بہنوں کے آنسو ان کا سامانِ سفر نہ تھے۔ نہایت اطمینان سے انھیں خدا حافظ کہا گیا اور رسمی الوداع کے بعد وہ میدان میں آئے۔

خواتین اپنے عزیزوں کے لاشے خاک و خون میں دیکھتیں اور ایمان و قوتِ روحانی کے ساتھ اپنے نصب العین کے لیے رواں ہو جاتی تھیں۔

وہ جانتی تھیں ——
کہ —— اِن کو اللہ نے شہادت کی عزت سے
سرفراز کیا ہے —— یہ مقام ——
شکوہ و فریاد کا نہیں ہے۔

۵۔ اطاعتِ حکمِ امامؑ

اس میدان میں ایک اہم اور عظیم بات یہ دیکھنے کی ہے۔ سب امامؑ کے حکم پر گوش بر آواز تھیں۔ کوئی بات اور کوئی کام اپنی خواہش سے نہیں کرتیں ——— امامؑ کے اشاروں کی پابند ہیں۔ دلیری کا مظاہرہ مطلوب نہیں۔ فکری اور دبستانی انداز پیشِ نظر ہے۔

روزِ عاشور کئی خواتین میدانِ جنگ میں نکل آئیں اور کوئی ان کو روک نہ سکا ———

عبداللہ کلبی نے اپنی بیوی کو بڑی کوشش سے میدان سے ہٹانا چاہا ——— مگر وہ نہ مانیں۔ کہتی رہیں:

"مجھے آپ کے ساتھ رہنا اور آپ کے ساتھ قتل ہونا ہے ———"

اس عالم میں فرمانِ امامؑ سُنا کہ ———

"جنگ نہ کرو، خیمہ میں بیٹھو ———"

فوراً سرِ تسلیم خم کیا اور خیمے میں آن بیٹھیں۔

۶۔ حفاظتِ امامؑ:

یہ خواتین اپنے عزیزوں کو حفاظتِ امامؑ کے لیے ابھارتی تھیں، ان کو جان نثاری کے لیے آمادہ کرتی تھیں۔ ذاتی طور پر کوشش میں لگی رہتی تھیں کہ امامؑ کو کسی بات سے دکھ نہ پہنچے۔

اسی کے پیشِ نظر اپنے مرنے والوں پر امامؑ کے ہوتے ہوئے رونے سے
باز رہتی تھیں ـــــــ ،
نہ آہ ـــــــ نہ اشک ـــــ ؛
یہ بلند حوصلہ خواتین جنگِ اُحد کی دلیر خواتین کے پہلو بہ پہلو
نظر آتی ہیں۔
جنگ احد میں کسی عورت کا شوہر یا بھائی یا باپ مارا جاتا،
اسے خبر ملتی تو وہ پوچھتی :
"یہ بتاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے
ہیں ـــــ ؟ میں نہیں مانتی ، ان کی زیارت کراؤ۔"
نبیٔ کریمؐ تشریف لاتے ۔ وہ خاتون آپ کو دیکھ کر کہتی تھی کہ :
" یارسول اللہؐ ! آپ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں
ہیچ ہیں ۔"
خواتین کربلا بھی امامؑ کی سلامتی کے مقابلے میں ہر افتاد
کو حقیر و ناچیز سمجھتی تھیں ۔

میدان میں بھیجنے کی کوششیں

ان خواتین نے اپنے فکری دبستان کی نگہداشت میں شجاعت
آفرینی دکھا کر ـــــــــ موت کو کھیل بنا دیا۔
خود اپنے ہاتھوں اپنے بچوں، بھائیوں اور شوہروں کو
میدان میں بھیجا اور غم کا سایہ نہ آنے دیا ـــــ
مثالیں ملاحظہ ہوں :

۱۔ مادرِ وھب :

مادرِ وھبؓ نے امام حسین علیہ السلام کی تنہائی دیکھی تو بیٹے سے کہا :

" بیٹا! دخترِ پیغمبرؐ کے فرزند کی مدد کرو! "

وہب نے ماں کی تعمیلِ حکم میں قدم آگے بڑھائے۔ میدان میں جا کر حملہ کیا۔ ایک جھڑپ کے بعد واپس آئے۔ پوچھا :

" امّاں! آپ خوش ہوئیں ؟ "

ماں : " مجھے تو خوشی اس وقت ہوگی جب تم راہ خدا اور حفاظت اسلام و حسینؑ میں مارے جاؤ گے اور خاک و خون میں نہاؤ گے۔! "

نو بیاہتا بیوی نے کہا :

" تمھیں خدا کی قسم، مجھے اپنے فراق میں مبتلا نہ کرو۔ "

ماں نے دوبارہ کہا :

" بیٹا! اس کی بات نہ سنو، واپس جاؤ، آگے بڑھو، مقصد پر جان کی بازی لگا دو۔ "

وہب گئے ـــــ دشمن سے لڑے ، دونوں ہاتھ کٹے ـــــ گرفتار ہو کر عمر سعد کے پاس پہنچائے گئے۔ اس کے حکم سے سر قلم ہوا۔

۲۔جنادہ بن حارث

جنادہ میدان میں گئے ـــــــ مارے گئے۔ ان کی بیوہ نے لڑکے کو میدان کے لیے تیار کیا:

"جاؤ ـــــــ جان نثاری دکھاؤ۔"

لڑکا خدمتِ امامؑ میں آیا ـــــ اجازت مانگی۔ امامؑ نے منع فرمایا:

"بیٹا! شاید تمھاری ماں راضی نہ ہو، جاؤ ـــــ"

فرزندِ جنادہ نے کہا:

"مولا! مجھے میری والدہ ہی نے میدان کے لیے بھیجا ہے۔"

۳۔مسلم بن عوسجہ

میدانِ جنگ میں لڑنے کے بعد شہید ہوئے۔ بیٹے نے میدان کا رخ کیا۔ امامؑ نے اجازت نہ دی۔ اس بنیاد پر کہ ماں بے کس و تنہا ہے اچانک اس کی ماں نے صدا دی۔

"بیٹا! تم فرزندِ پیغمبرؐ سے اپنی زندگی کو عزیز رکھتے ہو ـــــــ؟ فرزندِ رسولؐ مارے جائیں اور تم زندہ رہو ـــــــ؟ میں تم سے راضی نہیں ہوں گی۔!"

بیٹا: "اماں! کیا کروں ـــــ؟"

ماں : "میدان میں جاؤ ، شاباش ! خوش رہو ،
ساقیٔ کوثر کے دستِ مبارک سے آبِ کوثر ملے گا
پیاس کبھی نہ لگے گی ۔"

بیٹے نے معرکۂ کارزار گرم کر کے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔
واقعہ یہ ہے کہ جاں نثاری وشجاعت آفرینی اور بے مثال جذبۂ للّہیت سے حفاظت وحمایتِ دینِ اسلام میں جو کام انھوں نے انجام دیے وہ نسلوں کے لیے ہدایت آفریں ہیں۔

ہمّت افزائی

ان خواتین نے دلاورانِ جنگ اور مجاہدین کی دل دہی اور ہمت افزائی میں بڑا کردار ادا کیا۔ ان کی فکری جد وجہد کا نتیجہ تھا کہ شہید آسودہ حال اور سکون واطمینان کے ساتھ جان دیتے جاتے تھے۔

عبداللہ کلبی، میدان میں جاں بہ لب تھے ——— زوجہ سرہانے پہنچیں جا کر بیٹھیں ۔ ان کے چہرے سے خاک وخون صاف کر کے کہنے لگیں :

" آپ پر آفریں ! جنّت مبارک ہو ، کیا خوب
جاں نثاری فرمائی اور کیا خوب شہادت حاصل
کی ——— ! "

اسی عالم میں شمر نے حکم دیا کہ

" اس خاتون کا سر ڈنڈے سے توڑ دیا جائے ۔"

خاتون نے سُنا ، مگر اسی اطمینان سے بیٹھی رہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ظالم نے نیزے کے ڈنڈے سے ان کا سر توڑ دیا اور بی بی شہید ہو گئیں۔

کچھ شوہر ایسے تھے جو اپنی بیویوں کے مستقبل سے پریشان نظر آئے۔
ان کی بیویوں نے تسلی دی، اطمینان دلایا:

"آپ میدان جائیں، ہمارا خدا حافظ و نگہبان ہے"

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ زوجہ، میدانِ جنگ میں شوہر کے ساتھ یا سامنے کھڑی ہو جاتی کہ شوہر کے رنج میں امکانی حد تک کمی میں سہارا دے سکے۔

شہیدوں کی مائیں

ماؤں کی جرأتیں اور ان کے حوصلے بھی کیا تھے! کیا خلوص و پاک دلی تھی ———

ماں، محبت و احساس کی ایک دنیا ہوتی ہے۔ لیکن راہ خدا میں اس کی ماتا اور احساسات بدل گئے تھے۔

مثال کے طور پر:

وہب ابھی دولھا بنا تھا ——— شادی کو ایک ہفتہ گزرا ہوگا۔ اس کے دونوں ہاتھ کٹ چکے۔ دشمن اسے گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لے گئے۔ حکم ہوا:

"سر اُڑا دو ———!"

کٹا ہوا سر، ماں کی طرف پھینکا گیا ——— ماں نے دوڑ کر سر اٹھا لیا ——— اسے چوما اور کہا:

"خدا کا شکر، اس نے تمھاری شہادت سے
مجھے امام حسینؑ کے حضور میں سرخرو کیا۔"

اور دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے کہا:

"امت کے بدکردار لوگو! میں گواہی دیتی ہوں کہ
آتش پرست اور مسیحی تم سے بہتر ہیں۔"

پھر بیٹے کا سر دشمن کی طرف واپس کیا،

"کہ ہم راہ خدا میں جو کچھ دے دیتے ہیں واپس
نہیں لیتے۔"

زوجہ مسلم بن عوسجہ کا اپنے فرزند کی شہادت پر اور مادرِ عمرو بن جنادہ جیسی دوسری خواتین کا کردار اسی معیار کا نظر آتا ہے۔

عمرو کی والدہ نے بیٹے کا سر لیا، اسے صاف کیا، بوسہ دیا اور کہا:

"بیٹا! شاباش!!"

پھر اسے دشمن کی طرف یوں پھینکا کہ ایک آدمی کی موت اس سے واقع ہوئی۔ پھر عمودِ خیمہ لے کر دشمن پر حملہ آور ہوئیں دو آدمیوں کو قتل کیا۔ اتنے میں امامؑ پہنچ گئے اور حضرت انھیں خیمے میں لے آئے۔

میدانِ جنگ میں

روزِ عاشور، متعدد خواتین نے میدان جنگ میں شرکت کی۔ خلوص و قوت کی بنیاد پر دشمن سے لڑیں، جس کے نتیجہ میں مخالف فوج میں افسردگی اور کبھی لرزہ بھی طاری ہوا۔ جنگی نقطۂ نظر سے یہ کیفیت ایک لمحے کے لیے طاری ہونا بھی بڑی بات تھی۔ یہ دہشت کہ ایک خاتون لڑنے آئیں۔

یہ شرمندگی کہ ایک عورت ماری گئی ——— دشمن کی رسوائی اور انصارِ حسینی کی برتری کے لیے بہت بڑی بات تھی۔

ان خواتین کے پاس حریف پر حملہ کرنے کے لیے عمود خیمہ کے علاوہ کچھ نہ تھا وہ شمشیر بکف دشمن کے سامنے ایک عمود لے کر نکلتی اور حملہ کرتی تھیں۔
اس کے دو مطلب تھے —— ایک تو یہ خواتین خیمے کے علاوہ کہیں نکلتی نہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اسلحہ نہ ہو تو عمود خیمہ سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔
مادرِ عمرو اپنے فرزند کو قتل ہوتے دیکھ کر عمود خیمہ لے کر نکلیں —— اور رجز پڑھی :

"میں بوڑھی عورت ہوں اور اولاد فاطمہ زہرا[ع] کی
حمایت میں تم پر وار کر رہی ہوں ......"

جھڑپ ہو ہی رہی تھی کہ امام[ع] باہر آئے اور انھیں خیمے میں لے گئے۔
مادر وہب، میدان میں نکلیں اور حملہ بھی کیا۔ مگر امام[ع] نے روکا اور فرمایا :

"عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے۔"

وہ حکم امام سن کر پلٹیں اور زیر لب فرما رہی تھیں :

"پروردگار! میری امید نہ توڑنا !"

امام[ع] نے بات سن لی۔ فرمایا :

"تم اور تمھارا بیٹا، جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تمھاری آرزو پوری کرے گا۔"

ہر بات پر نظر

سینے چھلنی اور دل جلے ہوئے، شوہروں کا غم، اولادوں کے داغ،

اور پریشانیوں میں مبتلا ـــــ اس کے باوجود، باحواس اور ہر وقت اس بات پر نظر کہ ذرا سی غفلت نہ ہو جائے۔

① فرمانِ امامؑ پر نظر

بلاشبہ امام علیہ السلام کا وجودِ مقدس عاشور کے دن سب سے زیادہ مرکزی حیثیت رکھتا تھا اور امامؑ بھی چاہتے تھے کہ پوری توجہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمائیں اور تمام معاملات بہ حسن و خوبی انجام دیں۔

خواتین اس نزاکت سے باخبر تھیں اس لیے حتی الامکان انہوں نے امامؑ کی فکرمندی کا کوئی پہلو سامنے نہ آنے دیا۔ حضرت کو پریشان کرنے والی کوئی بات زبان سے نہ نکالی۔

امامؑ کی آواز ـــــ خیمے سے آتی ہو یا باہر سے۔ سُنی اور ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

کیا فرما رہے ہیں۔ توجہ سے سنتی تھیں۔

شبِ عاشور کا درس یاد تھا ـــــ امام نے سمجھایا تھا ـــــ:

گریبان نہ پھاڑنا،

غم سے چہرے پر خراش نہ ڈالنا ـــــ نالہ و فریاد نہ کرنا ....

جہاں تک ہو سکا ان خواتین نے ان باتوں پر دھیان دیا۔ کم از کم امامؑ کے سامنے اور دشمن کے روبرو پورے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

امامؑ کے سامنے اس لیے ـــــ کہ حضرت پریشان نہ ہوں اور دشمن کے سامنے اس بنا پر ـــــ کہ وہ خوش نہ ہو۔

② زخمیوں کی دیکھ بھال

عاشور کے دن جنگی زخمی بھی تھے، ایسے مجروحین نہیں جن کا علاج ہو اور وہ بچ جائیں۔ بلکہ ایسے زخمی جو تھوڑی دیر کے بعد جاں بحق ہو جاتے تھے۔

اس مختصر سی مدت میں بھی خواتین ان کے پاس گئیں، ان کے چہروں سے خون صاف کیا ـــــ ان کو ڈھارس دی۔ ان کی دل دہی کی تاکہ وہ بے دلی سے دنیا کو الوداع نہ کہیں۔

خود امام حسین علیہ السلام کا رویہ بھی یہی تھا۔ ہر شہید کے سرہانے جاتے، چند لمحے بیٹھتے اور خوش خبریاں سناتے تھے۔

جن شہیدوں کی لاش نہ ملتی اسے ڈھونڈتے۔ پھر اٹھا کر لاتے اور گنجِ شہیداں میں رکھ دیتے تھے۔

③ دشمن کو ہر قسم کا فائدہ اٹھانے کی سعی سے روکنا

کربلا کی جنگ کچھ اس طرز پر تھی کہ دیکھنے میں دشمن کو برتری حاصل تھی مگر اندر سے احساسِ شکست تھا۔ حضرت کی پوری فوج اس معرکہ میں مظلوم اور درد انگیز عالم میں تھی۔ کئی موقعے آئے جہاں دشمن بھی ان کی مظلومیت پر رو دیا ـــــ خصوصاً جب کوئی ماں

اپنے بیٹے کی لاش پر دکھائی دی یا امامؑ شیرخوار بچہ میدان میں لائے۔
بہرحال، خواتین پوری طرح مستعد تھیں کہ دشمن کو شاد کام نہ ہونے دیں۔
انھیں معلوم تھا کہ میدان میں ایسے خونخوار موجود ہیں جو غم انگیز مناظر سے خوشیاں منائیں گے۔ اس منظر کو اپنی فتح جانیں گے۔ لہٰذا وہ دشمنوں کے سامنے آہیں روکے رہیں اور خون کے آنسو پی گئیں۔
انھوں نے راہ خدا میں ہر قسم کی قربانی کو اعزاز اور سربلندی کا باعث جانا۔

④ خواتین کی روحانیت

جن باریکیوں کا مطالعہ آپ نے فرمایا۔ ان سے خواتین کی قوتِ روحانی کا تعارف ہوجاتا ہے۔ ان کی کوشش و کاوش، ان کی محنت و استقامت کے جلوے اور تابانیاں ان کے چہروں پر نمایاں تھیں۔ ان کے دشمن کی آنکھیں چوندھیا رہی تھیں۔
عزیزوں کی موت پر وہ اس لیے خوش تھیں کہ امام حسین علیہ السلام موجود ہیں۔
ان کی نفسیات اس قدر توانا تھی کہ کوئی ایسا نشان کوئی ایسی شکن چہرے پر نہ آنے دیتی تھیں کہ امامؑ ان کی دی ہوئی قربانی سے شرمندہ ہوں۔
مثال کے طور پر وہ لمحہ دیکھیے جب امام حسین علیہ السلام علی اصغرؑ کا جنازہ دفن کرنے لائے۔ اس وقت بھی مادر علی اصغرؑ

باہر نہیں آئیں۔

علی اکبرؑ یا قاسم ابن حسنؑ کا لاشہ میدان سے گنجِ شہدا میں لائے اس وقت بھی کوئی دکھیا ماں خیمے سے باہر نہیں نکلی۔

حضرت زینبؑ کا یہی رویہ اور یہی کردار تھا۔ دو بچے شہید ہوئے۔ لاشے امامؑ لائے مگر زینبؑ قتل گاہ میں نہ آئیں۔

⑤ امامؑ کی طرف سے تسلّی کا اہتمام

پہلے کہا جا چکا ہے کہ امامؑ خود بھی ان خواتین کی تسلّی و تسکین ہدایت و رہنمائی غیر معمولی طور پر پیشِ نظر رکھتے تھے۔

امامؑ میدان میں آئے اور اتمامِ حجّت کے لیے "ھل من ناصرٍ" کی صدا دی۔

اس آواز سے ایک لڑکی خیمے میں فریاد کرنے لگی۔ امامؑ فوراً اس کے پاس آئے اور پوچھا

"کیوں روتی ہو ــــــ ؟"

کم سن بچّی نے کہا:

"بابا! مرنے پر کمر باندھی ہے ـــ؟ ہم آپ کے بعد کہاں پناہ پائیں گے ؟"

فرمایا:

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک! ہر زندہ کو بہر حال مرنا ہے۔ میں اس کے لیے کیوں تیار نہ ہوں؟ ہاں میرے بعد، اللہ کی رحمت و پناہ تم سے دُور نہ

ہو گی ـــــ صبر سے کام لو ـــــ دل مضبوط
رکھو ، حکمِ خدا کے مقابلے میں لب کشائی نہ کرو۔
دنیا فانی اور آخرت جاودانی ہے۔"

⑥ غم کا بوجھ اٹھانے کی تیاری

امام علیہ السلام الوداع کے وقت خواتین سے ملنے آئے۔ وقت
وہ تھا جب سب عزیز و اقارب خاک پر سو رہے تھے۔ بھائی ، بیٹے ،
اصحاب اور نوکر و غلام سب ــــــ ،
امام زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ کوئی باقی نہ تھا اور سیدِ
سجادؑ بھی بسترِ بیماری پر تھے۔ امام خیمے میں آئے اور فرمایا :

"استعدوا للبلاء"

"مصیبت کے لیے تیار رہو۔"

فرمایا :

"اپنے اپنے لباس بدل لو ، یقین رکھو ، اللہ
تمھارا حامی و مددگار ، ناصر و نگہبان ہے۔ تمھیں
دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور اللہ تمھیں
اچھے نتائج عطا فرمائے گا۔ تمھارے دشمنوں کو
طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ تم سب اس
دکھ درد سے نجات پاؤ گی اور اللہ کی بے شمار نعمتوں
سے سرفراز ہو گی۔ جو مصیبت آئے خندہ پیشانی سے
جھیلنا ، شکوہ نہ کرنا۔ ایسی بات زبان پر نہ لانا جس

سے تمھارا مرتبہ کم ہو۔"

ہوا یہی ـــــ ان خواتین نے ایسی دلیری اور بہادری سے راہِ پرخطر کو طے کیا کہ دنیا حیران ہے۔

⑦ جانکاہ دن کا خاتمہ

عاشور کی لڑائی صبح کو شروع اور عصر کے وقت ختم ہوئی۔
جان کاہ دن ، اضطراب و ہیجان ، حملہ و ہجوم کا دن ـــ تبر و شمشیر نیزہ و تیر کا دن ....

عاشور ، آہ و فریاد ، ہنگامہ و رجز ، دلیری و ہمت آفرینی کا دن تھا۔ دشمنوں کی یلغار اور گھوڑوں کی آواز۔ اور جنگ آزماؤں کے رجز نے رن کا میدان ہلا رکھا تھا۔

اب عزیز خاک و خون میں غبار کی چادریں اوڑھے پڑے تھے ایک سورج ڈوب رہا تھا ، دوسرا سورج نکلنے والا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک نیزے پر بلند ....

ڈاکٹر بنت الشاطی کے بقول:

واقعۂ کربلا کے بعد سنگین ترین و مشکل ترین ــــ
ذمہ داری کا بوجھ ــــــــ
حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو اٹھانا پڑا ــــــــ
اور ــــــــ
انھوں نے اس بھاری فریضہ کو بخوبی انجام دیا۔

زینب سلام اللہ علیہا کی جدوجہد کا نتیجہ ــــــ
آل ابوسفیان و بنی امیہ کے زوال کی صورت میں رونما ہوا۔
یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے ــــــ
کہ ــــــــ
اولادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خونِ پاک ــــــ
ــــ ہدر و رائیگاں ہونے سے ــــــ
بچ گیا۔

ساتواں حصّہ



کربلا سے کوفے تک

خواتین کے سامنے مناظر

عاشور کا دن گزرا ، اس کے پیچھے ، فریاد و فغاں ، آہ و نالہ و بکا کا طوفان ــــــ بے سر لاشے خاک پر پڑے ہوئے ــــــ شجاعت آفریں للکار گلے میں گھٹی کی گھٹی رہ گئی۔

پسماندگان ہیں :

ــــــ بیوی ، جس کا شوہر خون میں نہایا ہوا سو رہا ہے۔

ــــــ بہن ، جس نے بے جان بھائی کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے زخم دیکھے۔

ــــــ عورتیں اور بچّے ، جن کے بزرگوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے میدان میں بکھرے ہوئے ہیں ــــــ اور رگوں سے خون رِس رہا ہے۔

عاشور کا دن تمام ہوا لیکن انقلاب حسینؑ کا محاذ ، ان غم نصیب خواتین کے ذریعہ کھل چکا تھا۔ شہیدوں کا پیام ہر طرف پھیلنے لگا ــــــ

انقلاب کی جڑیں دلوں میں اترنا شروع ہوگئیں ــــــ ان خواتین نے چالیس دن کے اندر اندر وہ غلغلہ بلند کردیا کہ یزید نے گھبرا کر واقعے کی ذمہ داری ابن زیاد کے سر تھوپ دی۔

ادھر ابن زیاد اس واقعے سے اپنا دامن صاف کرنے کی فکر میں سرگرم تھا ــــــ

ابھی چند روز پہلے "واقعۂ عاشورا" کو ہر ایک اپنے فخر کا سبب جتارہا تھا ــــــ

عاشور کے بعد ــــــ میدانِ معرکہ ان خواتین کے لیے اور زیادہ وحشت ناک تھا۔ اب ان کا یار و مددگار کوئی نہ تھا۔ دشمن بے شمار اور یہ سب ان کے ہاتھوں گرفتار ــــــ اسلحہ موجود نہیں ، ہاتھ بندھے ہوئے ــــــ ، حریف بے غیرت و بے خوف و بے باک ، اس نے ان عورتوں کو رونے کا حق دے دیا۔

دشمن کی اخلاق باختگی

دشمن اس قدر فرومایہ تھا کہ قلم اس کی تفصیل لکھتے ہوئے شرماتا ہے ، قیدیوں کے ساتھ اتنی بے رحمی کا برتاؤ کیا جس کا بیان دشوار ہے۔ قوتِ دفاع چھین لینے کے باوجود ان کے ہاتھ باندھے، اس کے علاوہ متعدد گھٹیا درجے کے اقدامات انجام دیے۔ مثلا :

۱۔ خیمے لوٹے :

امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں کی طرف جھپٹے۔

اور وہاں جو کچھ ملا ، لوٹ لیا۔

—— ایک کپڑے لے کر بھاگا ،

—— ایک نے زیور چھین لیا ،

—— ایک نے زمین پر بچھی ہوئی دری یا فرش اٹھا لیا ،

—— ایک نے بیمار کے نیچے سے بستر کھینچ لیا ....

خواتین جانتی تھیں کہ دشمن کو مال و دولت درکار ہے ، اس لیے انھوں نے زیور اور اضافی چیزیں اور اچھے کپڑے پہلے ہی سے اتار لیے تھے —— ،

دشمن آیا تو وہ سامان اس کی طرف پھینکا تاکہ وہ اسی میں الجھ جائے —— اس کے باوجود اگر اس کی نظر کسی بچّی کے گوشواروں پر پڑ گئی تو اس نے کانوں سے نوچنے میں بھی تکلف نہ کیا، حالانکہ وہ بچّی خود اپنی بالیاں اتار کر پھینک دیتی۔

فوج عمر بن سعد کے ایک سپاہی کی بیوی (جو قبیلۂ بکر بن وائل سے تھی) دشمن کا یہ بہیمانہ رویہ دیکھ کر شمشیر بکف دوڑی ، دشمن پر حملہ کیا اور صدا دی :

" بکر بن وائل کے مردو ! تم زندہ ہو اور یہ لوگ
دخترانِ پیغمبرؐ کے خیمے لوٹ رہے ہیں ؟
آؤ اور خدا سے ڈرو
لاحکم الا للہ ....
.... "

۲ خیموں میں آگ

دشمن اس حد تک اخلاق باختہ ہو چکا تھا کہ خیمے لوٹنے کے بعد اس نے امامؑ کے خیموں میں شمر کے حکم سے آگ لگا دی۔ اس طرح جو کچھ بچا ہوگا وہ جل گیا اور عورتوں بچّوں کے سر چھپانے کی جگہ بھی نہ رہی ــــــــ

یہ منظر بچّوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ صحرا کی طرف روتے چلاتے بھاگے ــــــــ

عورتیں انھیں دوڑ کر گودیوں میں اٹھاتی اور بہلاتی تھیں:

"پیارو ــــ! نہ ڈرو، ہم بھی تو تمھارے
پاس ہیں، آؤ ــــ، نہ بھاگو، کیا ہوا،
کچھ بھی تو نہیں ہے۔ پیارو! نہ رو،
چیخو نہیں ــــ فریاد نہ کرو، آؤ
بچّو! آؤ ....

۳ عورتوں کو مارنا

بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ وہ عورتوں اور بچّوں پر حملہ آور ہوئے۔ انھیں اِدھر اُدھر دوڑانے لگے ــــ اگر دوڑنے میں کوتاہی دیکھتے تو نیزے کی نوک سے انھیں ڈھکیلتے تھے۔ عورتیں ایک دوسری کی پناہ لیتیں اور بچے عورتوں سے چمٹتے تھے مگر دشمن کی طرف بندھے ہاتھ نہ بڑھے۔

امام حسین علیہ السلام کی ایک صاحبزادی، فاطمہ پر دشمن کی نظر پڑی ——— وہ ایک سمت دوڑتی جا رہی تھیں۔ ایک ظالم نے اذیت رسانی کے لیے نیزہ کھینچ مارا۔ بچی زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

ام کلثوم سرہانے پہنچیں اور اسے ہوش میں لائیں۔

کیونکر ——— ؟ معلوم نہیں، چونکہ اب تک ان کے پاس پانی بہر حال نہ تھا۔

اس صورت حال میں نہ کسی عورت نے نہ کسی بچے نے کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کیا نہ ان میں سے کسی نے دشمن سے پناہ مانگی ——— !!

گیارہ کی رات

شامِ غریباں ——— شہید بے کفن پڑے ہیں ——— جاں کاہ پریشانیوں کی رات ——— یہ رات اہل بیتؑ پر بڑی سخت گزری، گھر جل چکے تھے ———، اثاثہ لٹ چکا تھا؛

کم و بیش بیس۲۰ خواتین اور چونسٹھ۶۴ کے قریب بچے ان شہیدوں کے پس ماندگان تھے۔

مردوں میں صرف حضرت امام زین العابدینؑ تیئس۲۳ سال کی عمر، بیماری کے عالم میں اور امام حسن علیہ السلام کے دو بیٹے اور چار برس کے امام محمد باقرؑ زندہ تھے اور بس۔

امام حسنؑ کے ایک فرزند درجۂ شہادت تک نہ پہنچ سکے،

اگرچہ انھوں نے جنگِ عاشورہ میں ایک ہاتھ امامؑ پر قربان کیا تھا مگر عین وقت پر کسی شخص نے بڑھ کر ان کی جان بچالی۔

یہ رات خواتین کے لیے بڑی پریشانی کی رات تھی ——

خوف و وحشت ہر طرف چھائی ہوئی ——

رات وہ —— جس کے بارے میں یوں کہا جائے کہ:

۱- شبِ تنہائی:

اولاد سے دوری و تنہائی ——،

بھائیوں، شوہروں اور اسلام کی عزیز ترین شخصیتوں کا فراق

نہ کوئی حامی و ناصر نہ دشمنوں کو ظلم سے روکنے والا۔

اس کے مقابلے میں "دشمن" ظلم سے نہ تھکنے والا دشمن

ہر آن نت نئے ظلم ڈھانے والا دشمن ——

اس کے باوجود خواتین نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور بڑی محبت و عطوفت سے ان بچوں اور بچیوں کی نگرانی کی۔

شہیدوں کے لیے تڑپ تو رہی تھیں مگر اپنے روابط اور رشتے کی بنا پر نہیں —— بلکہ اس وجہ سے کہ ان شہیدوں میں عظمت اور بڑائی کی ایسی اسلامی قدریں ابھر آئیں جن کی بنا پر وہ عزیزان و فرزندانِ اسلام بن چکے تھے۔

۲- شبِ دردِ غم

فرزندان و عزیزانِ اسلام کا دردِ فراق ان پر گراں تھا وہ

اس احساسِ غم میں ناقابل بیان کرب جھیل رہی تھیں ——
وہ درد و غم جس نے دن کا الم انگیز منظر فراموش کرنے پر مجبور کر دیا ——
لیکن کوئی عورت اپنے شوہر کا سر شگافتہ اور لاشۂ بے جان کیسے بھلا سکتی تھی ——؟
وہ ماں جس کے لال نے اس کے سامنے تشنہ لب جان دی ہو، وہ سب کچھ کیسے بھول جاتی ——؟
دشمن نے جوان فرزند کا سر کاٹ کر جس ماں کی طرف پھینکا ہو، وہ ماں بھلا یہ غم فراموش کر سکتی ہے ——؟
یہ خواتین درد والم کے یہ پہاڑ رضار خدا کی خاطر اٹھائے ہوئے اور مہرِ سکوت لبوں پر لگائے ہوئے تھیں۔

۳- وحشتناک رات

گیارہویں کی رات ان بچّوں کے لیے خاص طور پر بڑی بھیانک تھی جن کے وارث انھیں اکیلا چھوڑ گئے تھے۔ وہ تنہا تھے نہ کوئی شمع تھی نہ چراغ —— ہر طرف سے دشمنوں کا زغہ —— وہ اپنے دشمن کی درشتی اور سختی دیکھ چکے تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ لوگ کینہ توزی و بے رحمی میں چھوٹے بڑے میں فرق نہیں کرتے۔
پھر انھیں اپنے مستقبل کی بھی خبر نہ تھی۔ قتل ہونے ہیں یا قید ——؟ سب سے بڑھ کر جنگ و خونریزی کا وہ ہولناک منظر جس میں ان کے عزیز مارے جا چکے تھے۔

ان کے ذہن چشم دید نقشوں کا بوجھ اٹھائے تھے ـــــ غم ان کا دل نچوڑ رہا تھا۔

۴۔ شبِ پاسداری:

گیارہویں کی رات ، پاسدار خواتین نے حرمِ رسولؐ اور لاوارث بچوں، عورتوں اور بیماروں کی حفاظت کرنے میں گزاری ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پاسداران حرم، عظمت وجلالت کے ساتھ خاک وخون میں نہائے سو رہے تھے ۔ انھوں نے اپنے فرض منصبی ادا کرنے میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔

آج کی رات پاسدار بیبیوں کی سربراہی زینب وام کلثوم کو حاصل تھی ۔ ان دونوں بیبیوں نے بڑی ذمہ داری سے مشکل ترین کام انجام دیا۔

نیم سوختہ ، ادھ جلے خیمے کو کسی طرح کھڑا کیا اور گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے والے بچوں کو سمیٹ کر وہاں جمع کر کے سُلایا ۔ پھر اس کی خود پہرہ داری کی ـــــــــــ یہ بات اس دور میں پہلی مرتبہ دیکھی گئی ، اس سے پہلے حفاظت وپہرہ داری کا یہ انداز تاریخ میں موجود نہیں ہے ۔

۵۔ شبِ جستجو:

مغرب کے وقت خیمہ گاہ میں آگ لگی تو کچھ بچے گھبرا کر ادھر ادھر نکل گئے ۔ جسے جہاں جھاڑی یا ٹیلا ملا اس میں چھپ کر خطرے سے

پناہ لی۔ خواتین نے ان بچوں کو ڈھونڈا، سمیٹ کر لائیں، پہلے انھیں تسلی دے کر بٹھایا، پھر گنا تو کچھ بچے کم نکلے۔ اندھیری رات میں دوبارہ ان کی جستجو میں نکلیں۔ دو بچے جھاڑی میں سو رہے تھے، ایک شہیدوں کی لاشوں میں محو خواب ـــــــ

چوتھا بچہ ایک کونے میں نامعلوم سبب سے موت کی نیند میں غرق تھا ـــــــ سوتے بچوں کو جگا کر خیمے میں لائیں اور ایک گروپ میں بٹھا دیا۔

۶۔ شبِ عبادت:

گیارہویں کی رات، عبادت کی رات تھی ـــــــ

وہ عابد و پرہیز گار خواتین جن کی پوری زندگی ایک عالم میں گزری تھی ـــــــ

عبادت اور اللہ سے رابطہ ـــــــ

سوچیے تو سہی یہ حوادث و مصائب انھیں شب بیداری و عبادت سے کیسے غافل کر سکتے تھے۔

دعائیں ـــــــ مناجاتیں اور تہجد کی نمازیں ادا کی جا رہی تھیں ـــــــ مگر بیٹھ کر ـــــــ کیونکہ ان عورتوں میں اب جان کہاں رہ گئی تھی ـــــــ کھڑے ہونے کی قوت رخصت ہو چکی تھی ـــــــ

وہ کب سے بھوکی پیاسی، جگر پر داغ اٹھائے رنج و غم سے چور اور دشمنوں کے طمانچوں سے رنجور تھیں۔

نئی ذمہ داری کی ادائیگی

اب شہیدوں کی ان پسماندہ خواتین پر کچھ نئی ذمہ داریوں کا بوجھ تھا۔ شہادت کے بعد انھیں تحریک کو دوام بخشنا تھا اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے نئے سرے سے جدوجہد کا آغاز ——————

واقعات کی نقاب کشائی ——————

بے خبر لوگوں کو اصل مسئلے سے آگاہ کرنا ——————

یعنی —— انھیں اب خون کا پیام اور اس کا فلسفہ عام کرنا تھا۔

سچ ہے ان کے دل دکھوں کی آگ میں بھن رہے تھے، غموں نے ان کا خون نچوڑ لیا تھا —— اس کے باوجود وہ حقیر حیوان نہ تھیں جو دوسروں کے رحم وکرم کی محتاج ہوتیں۔

وہ کمزوری محسوس نہیں کر رہی تھیں ورنہ دشمن ان پر آقائی حاصل کر لیتا۔ وہ بجائے خود ایک وجود کی مالک تھیں —— اور اپنی شخصیت کا احساس رکھتی تھیں۔

یہ خواتین اپنے تحفظ اور اپنے فکری دبستان کی نگہداشت کے لیے ضروری سمجھتی تھیں کہ ذمہ داری ادا کرتے وقت انھیں دبستان کے اصول اور امامؑ کی ہدایات وخطوط کے مطابق آگے بڑھنا چاہیے۔

دینی مقدسات کا دفاع کرنا انتہائی اہم ہے —— اسی شعور واحتیاط کا نتیجہ تھا جو انھوں نے عاشور کا مشن، بڑی لطافت اور بڑی ہنر مندی سے مکمل کر لیا۔

پروگرام کی رہنمائی

حضرت زینبؑ عاشور کے بعد سب سے زیادہ روشن کردار ہیں ——
—— حسینی پیام رسانی کی رہنما —— شہادت کے مشن
کی علم بردار —— اس فکری دبستان کی سب سے بلند درجہ تربیت یافتہ
—— حکمران پارٹی کے پروپیگنڈے اور منفی اقدامات کے خلاف
جوابی کارروائی کرنے والوں کی رہبر۔

ڈاکٹر بنت الشاطی کے بقول

واقعۂ کربلا کے بعد سنگین ترین ومشکل ترین ذمہ داری
کا بوجھ زینب سلام اللہ علیہا کو اٹھانا پڑا۔ اور انھوں
نے اس بھاری فریضہ کو بخوبی انجام دیا۔
زینب سلام اللہ علیہا کی جد وجہد کا نتیجہ آلِ ابوسفیان
و بنی امیہ کے زوال کی صورت میں رونما ہوا۔ یہ
ان کا عظیم کارنامہ ہے کہ اولادِ پیغمبرؐ کا خونِ پاک
ہدر و رائگان ہونے سے بچ گیا۔

خواتین، حضرت زینبؑ اور شعلہ فشاں نورِ امامت حضرت سجادؑ کی روشنی میں سفر جاری رکھ سکیں۔ امام زین العابدینؑ ان کے ہمراہ اور ہمہ وقت مشکل کشا تھے۔ اسی وجہ سے ان خواتین کے قدم میں ذرّہ برابر لغزش کا گزر نہ تھا۔ نہ انھوں نے کسی سے فریادرسی و مددگاری کی خواہش کی۔

وہ سب کی سب اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی رہیں۔

قتل گاہ میں :

خاندانِ پیمبرؐ کو قید کیا ــــــ سب کو کوفہ و شام لے جانے کے لیے اونٹوں پر بٹھایا ــــــ پھر انھیں گنجِ شہیداں سے لے چلے ۔

سواریوں نے اپنے تئیں اونٹوں سے گرادیا ، وہ شہیدوں کے پاس بیٹھیں ــــــ ،

انھوں نے اپنے منصوبے کا ایک مرحلہ شروع کردیا۔

اور یہ تھا عزاداری کا آغاز ــــــ

شہیدوں کو اپنے وارثوں کے رونے کی حاجت نہیں ــــــ

سب جانتے ہیں ــــــ

لیکن سوگ اور گریہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ شہیدوں کی باعظمت یاد باقی رہے ــــــ ان کے مقاصد کی بقا ، ان کے فکری پیام کی پیش رفت جاری رہے اور بے خبر افراد کی توجہ کو ادھر مبذول کرایا جائے ۔

بیبیوں نے عزیزوں کے پارہ پارہ بدن دیکھے وہ رونے لگیں ۔ ان کے بین سے سننے والوں کے کلیجے آب آب ہوگئے ۔

یہ عورتیں ان شہیدوں کو اپنی طرف سے راہ خدا میں اپنا نذرانہ سمجھتی تھیں ــــــ اس بنا پر وہ خاص احترام کی نظر سے انھیں دیکھ رہی تھیں ــــــ

شاید ، حضرت زینبؑ نے امام حسینؑ کے جسم مبارک کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر کہا ہو :

" پروردگارا ! آلِ محمدؐ کی طرف سے یہ

قـــربانی قبول فرما ـــــــــ !"

شہیدوں سے الوداع

وہ شہیدوں سے رخصت ہونے لگیں ، انھیں اب دور کے سفر پر جانا تھا ـــــــــ بعض عورتوں نے وداعی گفتگو کو طویل کردیا۔ دشمن ڈرا کہ اس کی فوج میں ان باتوں سے شورش نہ پیدا ہوجائے ، وہ تنبیہ و سرزنش کے ذریعے انھیں جلدی چلنے پر مجبور کرتا رہا۔

کچھ مائیں ، بہنیں ، بیویاں ، اپنے وارثوں کی لاشیں چھوڑنے پر تیار نہ تھیں۔ وہ ان سے چمٹی ہوئی باتیں کررہی تھیں۔

خصوصاً جناب سکینہ ،

یہ بچی زیادہ استقلال کا مظاہرہ کررہی تھی ـــــــــ وہ بابا سے لپٹی روتی رہی اور دشمن مار پیٹ پر اُتر آیا۔

حملہ ہوا ـــــــــ ، تازیانے اور نیزوں کی نوکیں ہر طرف سے بڑھیں۔ خواتین اسی طرح شہیدوں سے الوداعی گفتگو کرتی رہیں انھوں نے دشمن کا یہ حملہ غیر اہم قرار دے کر دشمن کے ضمیر پر ایک اور ضرب لگائی۔

آخر کار انھیں شہیدوں سے جبراً کھینچا اور اونٹوں پر بٹھایا گیا ـــــــ اور قافلہ آگے بڑھا۔

دشمن کی غلطی:

دشمن نے ایک بہت بڑی سیاسی غلطی کی۔ اس نے اہل بیتؑ کی اسیری کا منصوبہ بنایا ـــــــ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ جنھیں قیدی بنا رہا ہے وہ کون ہیں۔

انھیں گرفتار کر کے وہ اپنے زوال کا انتظام کر رہا ہے۔
ان خواتین میں کچھ فصیح و بلیغ و شیریں گفتار اور بولنے والی بھی تھیں۔ کچھ عورتیں محدثہ اور حافظۂ قرآن تھیں۔ وہ فکرِ اسلامی سے واقفیت بھی رکھتی تھیں۔ لازمی طور پر ایسی دانا و بینا خواتین نے صورت حال سے فائدہ اٹھایا ـــــــ انھوں نے واقعات بیان کیے ـــــــ حقائق لوگوں کو بتائے اور دشمن کی رسوائی میں اضافہ کیا۔

عمر سعد وابنِ زیاد نے امامؑ کی شہادت کے بعد اگر شہیدوں کی لاشیں پامال نہ کی ہوتیں ـــــــ اگر شہیدوں کو فوراً دفن کروا دیتا اگر وارثوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا، تو شاید اتنی بڑی رسوائی نہ ہوتی۔ غلطی پر غلطی یہ کی کہ ان شہزادیوں کو بدترین حالت میں رکھا۔

عورتوں کی دربدری و اسیری ان کے لیے جبر تھا وہ بادل نخواستہ یہ سب کچھ برداشت کر رہی تھیں۔ اسی عالم میں انھیں ایک موقع مل گیا۔ وہ بڑی آسانی سے تبلیغ کرسکتی تھیں، چنانچہ جہاں جہاں سے گزر ہوا، جس جگہ پڑاؤ کیا، جو لمحہ ملا یہ خواتین اس سے فائدہ اٹھاتی رہیں، جو مجمع ملتا وہاں بات شروع کر دیتیں ـــــ واقعات ـــــ ان کا پس منظر ـــــ حادثات اور ان کے مقاصد و نتائج بیان کرتی تھیں۔ ان بیانات میں ان کا ایمان و اخلاص اپنا اثر دکھاتا تھا۔

کوفے میں آمد

سابقہ پروگرام کے مطابق باقاعدہ تیاری کے بعد غالباً بارہ محرم کو قیدی کوفہ میں لائے گئے۔ یہاں تماشائی پہلے سے موجود تھے۔ قافلہ پہنچا تو آگے

شہیدوں کے سر نوکِ نیزہ پر بلند، عورتیں اور بچے قیدی بنے ہوئے، بے کجاوہ محمل یا تکلیف دہ ہودجوں میں سوار تھے۔

کوفے کے مرد و زن قیدیوں کے لیے روٹی اور کھجور لاتے اور صدقہ کے طور پر ان کو دیتے تھے۔ امّ کلثوم وہ صدقہ بچوں کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف ڈالتی اور بلند آواز سے کہتی تھیں:

"لوگو ——! ہم پر صدقہ حرام ہے۔"

یہ جملہ بہت سے لوگوں کے لیے حیرت انگیز تھا —— آخر یہ لوگ کون ہیں؟

ان پر صدقہ کیوں حرام ہے؟

اس کے جواب میں انھیں علم ہوتا تھا کہ یہ لوگ پیغمبرؐ کے خاندان سے ہیں۔ یہ نکتہ بجائے خود انقلاب کی بنیاد تھا۔

خطبۂ حضرت زینبؑ

امام حسین علیہ السلام اپنے بعد کے لیے اعلیٰ درجے کے خطیب چھوڑ گئے تھے۔ یہ فصیح و بلیغ، مطمئن مزاج، پُرسکون نفسیات کے مالک تھے بات کرنے کا سلیقہ، واقعات کی تحلیل و تجزیہ کرنے کا انداز لاجواب تھا۔

بولتے وقت یہ معلوم ہوتا تھا جیسے اس نکتے کے علاوہ کوئی مادی اور دنیاوی مسئلہ ان کے سامنے تھا ہی نہیں۔

ان بولنے والوں میں، سرِ بازار پہلی بولنے والی، زینب سلام اللہ علیہا ہیں۔ کوفہ کی بہت سی عورتیں ان سے واقف تھیں، وہ اپنے والد کے دورِ حکومت میں یہاں رہ چکی تھیں۔ اس واقعے کو ابھی بیس سال سے زیادہ مدت نہیں

گزری تھی ـــــــ ان دنوں وہ خلیفہ وقت کی صاحبزادی تھیں ـــ آج
وہ اسی شہر میں قیدی ہیں ـــــــ
خطبہ دیا ـــــ بتایا کہ ـــــــ
ہیں اولادِ پیغمبرؐ ہوں ـــــــ
پھر مجمع کو شرمسار کرنے کے لیے پوچھا:
" جانتے ہو، کسے تم نے قتل کیا ہے ـــــ؟
کس کا خون بہایا ہے؟ قیامت میں
رسولِ خداؐ کو کیا جواب دو گے۔ وہ پوچھیں گے
تم نے خدا کی امانت اور میری اولاد کے ساتھ
کیا سلوک کیا ـــــــ؟ اب رو رہے
ہو، روؤ کہ تم رونے کے حقدار ہو تمھاری
آنکھوں کے آنسو کبھی نہ سوکھیں ......"

ثانیٔ زہراؑ نے اہلِ کوفہ کو فریبی و مکّار کے نام سے یاد کیا۔ ان کے عملِ بد کے لیے فرمایا کہ آسمان پھٹ پڑے تو بے محل نہیں۔

حضرت زینبؑ تقریر کرتے وقت بڑے ٹھہراؤ، وقار اور اثر آفرینی کے عالم میں تھیں۔ انتقامی لہجے، بے چارگی کے احساس کا سایہ نام کو نہ تھا۔

دوسروں کا خطاب

حضرت زینبؑ کے بعد امام زین العابدین نے تقریر کی، ان کے بعد دوسری بیبیوں نے، امّ کلثوم، فاطمہ بنت حسینؑ........ نے خطبے دیے۔

اُمّ کلثوم علیہا السّلام نے تو وہ انداز اختیار کیا جس سے شور برپا ہوگیا
نالہ وفریاد کی صدائیں بلند ہوئیں ــــــــ
کچھ لوگ سر پیٹ رہے تھے ـــــــــــ،
کچھ منہ پر طمانچے مار رہے تھے ـــــــــــ!
سب اپنی بے خبری، جہالت اور مشکلات پر معذرت و
شرمندگی کا اظہار کر رہے تھے۔
سیدالشہداء کی صاحبزادی نے اپنی تقریر میں اہلِ کوفہ کو مجرم قرار دیا
ان کی تقریر دلوں کو برما گئی۔ لوگ بے چین ہوکر رونے لگے۔
ایک شخص نے کہا:

"اے معصوموں کی بیٹی، تقریر روکیے، ہمارے
دل کباب اور سینے گداز ہوگئے ہیں"

سب نے تقریر کے ضمن میں واقعاتِ کربلا کو نہایت عمدہ انداز میں
موضوع بحث قرار دیا۔ اس کے نہایت اہم گوشوں پر روشنی ڈالی۔
دشمن کی ذلیل حرکتیں ـــــــــ خیموں کا لوٹنا ـــــــــ
شہیدوں کی لاشیں پامال کرنا ـــــــــ خیام میں آتش زنی،
ـــــــــ بچوں کی پیاس ـــــــــ،
ایسی باتیں کیں جن سے ان کے احساسات پر حیرت انگیز حد
تک چوٹ لگی۔

نعرے

ان تقریروں میں نعرے کا انداز بھی تھا ـ نعرہ، انقلاب یا قوم

کے احساسات کا ترجمان ہوتا ہے۔ تقریریں، سرزنش بھی تھی اور مقصد کے لیے پیش قدمی بھی۔

مقصد ان کو خوابِ گراں سے بیدار کرنا تھا ———

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

"بابا! اے حسینؑ! آپ پر اور آپ کے اصحاب پر درود و سلام۔ اس زمین کو سلام جس نے آپ کے جسمِ مبارک کو اپنی آغوش میں لیا ——— بابا! آپ کے بعد دنیا کا رنگ ہی بدل گیا۔"

حضرت امِ کلثومؑ نے کہا:

"کوفے والو! تباہی و بربادی ہو تم پر۔ مردہ باد، رحمتِ خدا سے دور رہو۔"

حضرت زینبؑ نے فرمایا:

"موت و رسوائی ہو تمھیں ——— نفرت و تباہی تم پر نازل ہو ——— وائے ہو تم پر۔ کس قدر ذلیل قوم ہے تمھاری ......"

امام حسینؑ کی صاحبزادی نے کہا:

"جن لوگوں نے نصرت امام نہ کی وہ مردہ باد۔ جن لوگوں نے ان کی حفاظت نہ کی وہ تباہ ہو جائیں۔ تم لوگ لعنتِ خدا کے منتظر رہو۔ ظالموں پر لعنت ——— تم اپنی آتشِ غم

میں جل مرو، تمھارے منہ میں خاک ——

اے خدا کے دشمنو ——————— !"

تقریر و گفتگو کا اثر

خاموشی اور گھٹن کی فضا میں ان باتوں نے یزید کے بارے میں لوگوں کے ذہن کھول دیے، حواس باختہ و عقل ربودہ لوگ آنکھیں ملتے اٹھے، جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئے ہوں۔

باتیں ایسی تھیں جو سننے والوں سے مطالبہ کرتی تھیں ——

کہ —— ،

ذرا ان سے پوچھو تو —— کہ ،

تم ہو کون ——— ؟

کہاں کے رہنے والے ہو ——— ؟

اس طرح انھیں اپنے تعارفِ حسب ونسب بیان کرنے کا موقعہ ملتا۔ کچھ باتیں ملامت اور حکومت کے راز فاش کرنے والی تھیں۔ جن کی بنیاد یہ سوالات تھے :

آخر تم نے کیا کیا جس کی سزا میں یہ تکلیفیں اٹھانا پڑیں —— ؟

یہ بغاوت ہے —— یا احتجاج ——— ؟

سزا ہے ——— یا ظلم ——— ؟

بھرے بازار و دربار میں تقریریں اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات نے اب تک جو کچھ چھپایا گیا تھا، اسلام کے رہنماؤں کو بدنام کر کے عوام کو گمراہ کیا گیا تھا سب کچھ عیاں ہو گیا اور حکومت پر وہ ضربِ کاری لگی کہ ایوان ہل گیا۔

یہ تقریریں اور گفتگوئیں اور نظریات کا اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی ۔، خاص کر جب ان باتوں کا مقصد حق کا بیان اور حقیقت سے لوگوں کو باخبر کرنا اور باطل کو شکست دینا تھا۔ ذات کا شہرہ مقصود نہ تھا۔

دربارِ ابنِ زیاد میں

قیدیوں کو دربارِ ابنِ زیاد میں لے گئے ۔ ابنِ زیاد کامیابی کے نشے میں مست ہو کر سوال وجواب کرنے لگا :

" یہ "خودسر" (نعوذ باللہ) خاتون کون ہے ؟"

لوگوں نے بتایا :

" زینبؑ ــــــــ"

" تم نے اپنے بھائی کے بارے میں خدا کا فیصلہ کیسا پایا ــــــــ ؟ "

فرمایا :

" مَارَأیتُ اِلّا جمیلا ...."

" میں نے خدا کا فیصلہ ہمیشہ بہتر و خوب تر ہی دیکھا ہے ۔ یہ لوگ اس گروہ سے تھے جن کو اللہ نے شہادت کی عزت دی ۔ یہ لوگ خود آگے بڑھ کر شہادت کی منزل تک گئے ۔ یقین ہے کہ بہت جلد انصاف کا دن آئے گا اور خدا کے حضور مقدمہ کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ فتح یاب کون ہے ۔ ......"

یہ گفتگو ابنِ زیاد کے سر پر پتھر بن کر گری۔ وہ پاگل ہو گیا اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا:

"یہ عورت علم غیب جانتی ہے، اس کے باپ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔"

یہ کردار کشی کی ایک اور کوشش تھی۔

اس مسخرہ پن سے بھی کوئی کام نہ بنا ——— وہ مجبور ہو چکا تھا۔ اس نے قتل کا حکم دے دیا۔ مجمع نے شرم دلائی اور حکم واپس لینے پر مجبور کیا اور ابن زیاد نے حکم واپس لے لیا۔

یہ اس کی بڑی ناکامی تھی ———

آغازِ کلام میں اس نے امام زین العابدینؑ سے بھی اسی قسم کی بات کی تھی اور دندان شکن جواب سن کر وہی مجبوروں والا حکم "گردن زدنی" جاری کیا تھا۔ مگر حضرت زینبؑ نے جوابِ حکم میں فرمایا تھا:

"یہ کام تجھ سے نہیں ہو سکتا ———"

یہ جرأت مند خواتین، پتھر دل افراد کے روبرو تھیں ——— دفاعی وسائل موجود نہ تھے ——— عین اس حالت میں وہ دشمن کی بات کاٹتی اور عزیزوں کی شہادت کو احسانِ عظیم خدا جتاتی رہیں۔

زینبؑ کی قیادت میں یہ سب اس شخص کے سامنے کھڑی تھیں جس کے ناخن اور پنجے بہترین فرزندانِ اسلام کے خون سے آلودہ تھے ——— یہ خواتین بلند حوصلہ اور عزتِ نفس و خود اعتمادی کے ساتھ بات کر رہی تھیں۔

ایک لمحہ کے لیے ان کے چہرہ پر غم و اندوہ و شکست کی لہر نہ آئی تھی۔

ابنِ زیاد کو یہ امید نہ تھی ـــــ ابنِ زیاد سوچے بیٹھا تھا کہ ـــــ
ـــــ ستم رسیدہ ـــــ زخمی دل ـــــ
ـــــ اس کے سامنے آتے ہی اس کا دامن پکڑ لیں گی ، روئیں گی،
فریاد کریں گی ـــــ رحم کی اپیل کریں گی ـــــ
مدینہ واپس جانے کی درخواست دیں گی ـــــ
معافی بھی مانگیں گی ـــــ واقعہ برعکس ہوا ۔
ان بیبیوں نے ابنِ زیاد کی موجودگی کا احساس ہی نہ کیا ـــــ انھوں نے بے توجہی اور نظرِ حقارت کی تلوار سے اس کے غرور کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

کلثوم و رباب

جناب کلثوم کی باتوں نے ابن زیاد کو بہت شرمندہ کیا ـــــ
ـــــ وہ کہہ رہی تھیں :

" اگر امام حسینؑ کے قتل سے تیری آنکھیں خوشی
سے چمک رہی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی آنکھیں اس واقعہ سے اشکبار
ہیں ـــــ ! "

وہ لوگوں کو بتا رہی تھیں کہ ابن زیاد کا طریق کار پیغمبرؐ کے برخلاف ہے طریق و سیرتِ نبیؐ کی جہت اور ہے ـــــ اس ظالم کی سمت و جہت اور ہے۔

امرالقیس کی بیٹی ، امام حسینؑ کی زوجہ جناب رباب بھی امامؑ کے ساتھ کربلا میں حاضر تھیں اور اس وقت وہ زینبؑ کے ساتھ قیدی اور

شیر خوار ـــــــ علی اصغر ـ کے غم میں سوگوار ، ان کی بیٹی سکینہ بھی اسیری کی حالت میں پہلو بہ پہلو کھڑی تھیں۔

امام حسین علیہ السلام سے رباب کی محبت شوہر کی بنیاد سے زیادہ امامت کے عقیدے پر قائم تھی ۔ اسی لیے انھوں نے ابن زیاد کے دربار میں نم آلودہ آنکھوں سے سرِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہا :

" واحسینا ، فلا نسیت حسینا
اَقصدته اَسنّةُ الادعیاء
غادروه بکربلاء صریحا
لا سقی اللہ جانبی کربلاء "

" ہائے حسینؑ ، میں آپ کو کبھی نہ بھولوں گی۔ آپ کو دشمنوں کے نیزوں ، کربلا کے میدان میں بے گور و کفن چھوڑ دیا .... "

قید و بند

ابن زیاد کو اب خیال آیا ۔ یہ لوگ جتنی دیر اس کے دربار میں رہیں گے خطرہ بڑھتا جائے گا ۔ عوام کے دل میں سوال ابھریں گے ، لوگ اعتراض کریں گے ۔ احتجاج بھی ہو سکتا ہے ۔

ان خطرات سے بچنے کے لیے اس نے ان کو قید خانے بھیجنے کا حکم دے دیا ـــــــ مگر ـــــــ قیدیوں کو جو کرنا تھا وہ کر چکے تھے ، ان کی حالت و گفتگو جس نے دیکھی اور سنی تھی وہ متاثر ہو چکے تھے ۔ حکم ابن زیاد سن کر لوگ چیخ اٹھے ۔ احتجاج ہونے لگا ۔ سر و سینہ پیٹنے لگے

وہ قیدیوں کے بارے میں اس احتجاج کی توقع نہ رکھتا تھا۔ مگر خواتین حوصلہ مند تھیں ــــــ دیکھنے والے تاب نہ لا سکے اور خاموشی کا وقت نہ تھا۔

ابن زیاد یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ صورت پیدا ہوگی ــــــــــ

وہ پیش بندی نہ کر سکا ــــــ

خواتین نے اپنا کردار ادا کر دیا ــــــــ پیغامِ کربلا سنا دیا۔

خواتین کی نفسیات

دشمن چاہتا تھا انھیں تنبیہ و سرزنش کر کے، ان سے بے رخی برت کر۔ ان کو بدترین صورتِ حال سے دوچار کر کے ان کی نفسیات کمزور کر دے اور نالہ و فریاد، عاجزی و اظہارِ شکست پر مجبور کر دے۔ وہ دامن تھام کر توبہ کرنے لگیں۔

عورتوں کے حوصلے بہت بلند تھے ــــــ ان کے پائے استقلال میں کہیں لغزش نظر نہیں آتی تھی۔

آخر دشمن نے یہ تدبیر بھی کی ہوگی ــــــــــ

مختلف قسم کے خط لکھ کر قید خانے میں پھینکے ہوں گے ــــــ

جب تکبیر کی آوازیں آئیں تو سمجھ لینا کہ قتل ہونے

والے ہو ــــــــــ!

موقع بے موقع تکبیر کی صدائیں بھی بلند کی ہوں گی ــــــ ایک پرزے پر لکھ کر پھینکا ہوگا:

"وصیتیں کر لو ــــ، یزید کا حکم آتے ہی ابنِ

زیاد اس کی تعمیل کرے گا۔"

اس قسم کے امکانات نے بعض خواتین کے ذہن میں شاید کچھ اثر کیا ہو
نسبتاً کم سِن افراد شاید پریشان ہوئے ہوں ــــــ
لیکن ان باتوں کا کوئی بُرا ردعمل ظاہر نہیں ہوا ــــــ
جس کا مطلب یہ ہے کہ ــــــ
ان کی نفسیات کمزور نہیں ہوئیں ــــــ وہ دشمن کے مقابلے
میں ثابت قدم اور اپنا مشن آگے بڑھانے میں عزم استوار پر قائم تھیں ۔
انھوں نے دشمن کا کھانا کھانے میں بھی پس و پیش کیا۔ انھوں نے
آرام و آسائش کا مطالبہ، یا زحمت کا شکوہ نہیں کیا ــــــ وہ اپنے
نصب العین پر قائم رہیں ۔

خودداری

مصیبتوں کی شدت سے جذبات مردہ اور غم واندوہ سے طبیعتیں
نڈھال ہونے کے باوجود، دشمن کے مقابلے میں اپنی سربلندی ــــــ اپنی
فتح مندی ــــــ اور اپنی عظمت ثابت کرنے کے لیے اپنی رفتار وگفتار میں
لچک اور ضعف کا سایہ نہ پڑنے دیا ــــــ دل شکستگی و کم ہمتی کا اثر
نہ آنے دیا۔
دشمن کا دباؤ جتنا بڑھتا جاتا تھا ان کا حوصلہ اتنا ہی استوار ہوتا جاتا تھا۔
ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ حسینؑ سے سبق سیکھ چکی ہیں ــــــ
وہ زبانِ حال سے کہہ رہی تھیں:

"ھَیہَات مِنَّا الذِّلّۃ ۔"

توبہ توبہ، ہم اور رسوائی، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قید کے عالم میں یہ خواتین ظلم و ستم کی منتظر تھیں، انھیں آفتوں اور بلاؤں میں زیادتی کی امید تھی ——— وہ تیار تھیں، جو بھی ہوگا ہم پوری دلیری و جرأت سے اس کا سامنا کریں گے۔

زندگی کی کشاکش میں صبر کی باگ ڈور نہ چھوڑیں گے ———

——— ذلت و عاجزی و ناامیدی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں گے۔

وہ انتہائی غم و اندوہ کے عالم میں بھی، اللہ کے بارے میں بات چیت اور دین کے سلسلے میں گفتگو کرتی تھیں ———

اپنے حوالے سے نہیں ———

مثلاً ———:

" ظالموں کا نتیجہ بُرا ہے ——— ستم گر، یہ نہ سمجھیں کہ اللہ ان کے کرتوتوں سے غافل ہے،
اللہ نے ان کو ڈھیل دی ہے .... "

یہ سب قرآن و حدیث کے حوالے سے تھا ———

کبھی اپنی بھوک پیاس کی بات نہیں کی ——— اپنی بے خوابی و بے آرامی اور قید کے دکھوں کا شکوہ نہیں کیا۔

کچھ اور خواتین

تاریخ کربلا میں اگر ہم ان خواتین کو بھی سامنے رکھیں تو بہتر ہے جو اصل واقعہ میں حصہ دار تو نہیں مگر موقع بموقع ہمدردانہ رویے دکھاتی رہی ہیں۔

خولی کی بیوی ——— جب سے اس نے امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک تنور میں رکھے دیکھا۔ اس وقت سے مرتے دم تک بالوں میں کنگھی

نہیں کی۔

عبداللہ بن عفیف کی بیٹی ——— باپ نے اہلِ بیتؑ کی حمایت میں ابنِ زیاد کو جھڑکا۔ اس نے باپ کو سہارا دیا۔ ابنِ زیاد نے ابن عفیف کو سزا دی اور گھر پر حملہ کیا تو اس دلیر بیٹی نے نابینا باپ کی مدد کی اور اولادِ پیمبرؐ کا ساتھ دیا ——— اس نے کہا :

" کاش میں مرد ہوتی کہ اہلِ بیتِ رسولؐ اور اپنے
نابینا والد کا دفاع کرتی اور تمھارے حملے کا
جواب دیتی ۔"

کوفہ سے شام تک اس قسم کی عورتیں، راستوں میں، گھریلو اجتماعات میں، کوچہ و بازار میں، حتیٰ کہ تماشا دیکھنے والیوں میں کم و زیاد موجود تھیں۔ بعض خواتین نے بڑے نازک موقعوں پر اہل بیتؑ کی مدد میں اپنی جان خطرے میں بھی محسوس کی مگر حسبِ امکان خدمت کی۔

قید کا نتیجہ

خواتین کوفے کے قید خانے میں چند روز رہیں ——— معینہ مدت پوری ہونے سے پہلے ان کا شام بھیجنا بہت ضروری سمجھا گیا ——— کیونکہ،

جتنے دن گزرے تھے ان میں قیدیوں نے کسی قسم کے جھکاؤ اور سپردگی کا اشارہ نہ دیا ———

ادھر کوفے میں انقلابی رجحانات کی بنیاد مضبوط ہو رہی تھی۔
ابن زیاد کے نزدیک اب ان قیدیوں کو بہرحال کوفے نہ ٹھہرنا چاہیئے تھا۔

خطرے سے بچنے کی خاطر ——— انقلاب کو ٹالنے کے لیے —— وقت سے
پہلے ان خواتین کو شام بھیج تو دیا ———
لیکن —،
یہ پیش بندی بھی فائدہ مند نہ ہوئی ——؛
کوفہ اب یزیدیوں کے خلاف اٹھ چکا تھا۔ انقلاب کی لہر دوڑ چکی تھی۔
بس ایک آدمی کے سامنے آنے کی دیر تھی ——
چنانچہ،
توابین کے اقدامات —— اور ——— مختار کا انقلاب ...
...... اسی کے مظاہر تھے جو تاریخ نے دیکھے۔

شامی عوام تقریباً چالیس[4] سال سے ــــــــــ
اہلِ بیتِ رسول ؐ ــــــ
کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار تھے ــــــ
حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کو بُرا بھلا کہنا اور سمجھنا عام تھا۔
خود کلمہ گو ہونے کے باوجود ــــــ
انھیں غیر مسلم سمجھتے تھے ــــــــــ
وہ قنوت میں ان پر تبرا کیا کرتے تھے۔
یہ لمحہ ان کی خوشی کا تھا ــــــــ کہ ایسے شخص کا بیٹا
مارا گیا ــــــــ خاندان قید ہوا ــــ!

لیکن ــــــــ
کچھ عرصے سے ان کی آنکھیں کھُل رہی تھیں ــــــ
ان قیدیوں کے بارے میں ــــــ
ان کے خیالات ــــــــ
بدل رہے تھے۔ بنی امیہ کا پروپیگنڈا بالکل جھوٹ
اور قطعی طور پر غلط ثابت ہو رہا تھا ــــــــ
ابھی وہ کچھ اور جاننا چاہتے تھے۔

آٹھواں حِصّہ



کوفے سے شام تک

پیام کی علم بردار

بچے کھچے قیدی، عورتیں اور بچے امام زین العابدینؑ کے ساتھ شہر بہ شہر، منزل بہ منزل چلنے اور راستوں کی تکان، ابنِ زیاد کے آدمیوں کی سختیاں اور یزید کے نوکروں کے ظلم برداشت کرتے شام پہنچے۔

ان قیدیوں نے جو کردار اختیار کیا اس سے صاف نظر آتا تھا کہ ہر ایک خاتون کسی خاص ذمہ داری کی حامل، ایک پیام کی علمبردار ہے۔ مگر مجموعی طور پر سب ایک مقصد، ایک نصب العین اور ایک راہ کے رہرو ہیں۔

اس قافلے نے کیا کام انجام دیا ——— ؟

لوگوں میں کس قدر وسعتِ نظر پیدا کی ——— ؟

عوام کو کیا اطلاعات بہم پہنچائیں ——— ؟

کس قسم کے اقدامات کیے ——— ؟

دشمن کو سرِ عام کتنا رسوا کیا ——— ؟

قیدیوں کی حالت کچھ ایسی تھی کہ لوگ حیرت و حسرت سے دیکھتے اور ان کا

ماجرا سُن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ ان میں کوئی بی بی کسی شہید کی ماں تھی ـــــ کوئی بہن ـــــ کوئی زوجہ تھی، ان سب کے وارث شہید ہو چکے تھے ـــــ کسی نے ایک شہید، کسی نے دو، کسی نے تین شہید راہِ خدا میں دیے تھے۔ انھیں اگر کبھی رونا بھی آتا تو سراپا اشک بن جاتی تھیں۔

ان کی یہ حالت، واقعاتِ کربلا کو ایک نیا رنگ دیتی، احساسات کو ابھارتی ـــــ

ہمدردیاں حاصل کرتی اور امام حسین علیہ السلام کے انقلاب کا پروپیگنڈا اور اس کی اہمیت بھی ثابت کرتی تھی۔

ان کی باتیں

ان خواتین کی زبان فصیح و بلیغ، بات دل میں اُتر جانے والی گہری اور دشمن کے لیے دندان شکن ـــــ انھوں نے یزید سے کہا تھا:

"تو ہمیں ہرگز ختم نہیں کرسکتا ـــــ ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے نہیں نکال سکتا۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا خون اپنے دامن سے نہیں چھڑا سکتا۔ آج کا دن تیرا ہے، اس کے بعد ہمارے دن ہوں گے۔ بڑا خطرناک کام تم نے کیا ہے۔ تمھیں شرمندگی کے آنسو بہانا چاہئیے ـــــ روؤ ...."

ان کی باتوں میں اکثر نصیحت و رہنمائی ہوتی۔ وہ بھی امت کی خیر خواہی، عزیمت کے تیور لیے ہوئے مثلاً:

حضرتِ زینبؑ نے یزید سے خطاب کیا :

"یزید ! ذرا ٹھہر ، تیزی نہ دکھا ، غرّہ میں
نہ آ ، یہ نہ خیال کر کہ اللہ تیرے کرتوت سے
غافل ہے ۔ اس نے تجھے مہلت دی ہے
کہ اپنی خباثت جتنی دکھا سکتا ہے دکھالے ..."

جو بات ہے اس میں خدا کا تذکرہ ، دین کا حوالہ ، اور ذمہ داری کا احساس ـــــ جذبۂ انتقام سے دور ـــــ ذاتی زندگی ، ضروریات ، تہی دستی ، مشکلات اور بیماری ، کسی چیز کا اشارہ نہ تھا ۔

اس سے ان کی عظیم نفسیات کا سراغ ملتا تھا ۔ اس گفتار و کردار سے دیکھنے سننے والوں کی نفسیات میں تبدیلی آتی اور انھیں بنی امیہ کی ـــــ
بدکرداری ـــــ بدعت نوازی ـــــ ،
اور دین دشمنی سے باخبری ہوتی تھی ـــــ

نصب العین حاصل کرنے کی سعیٔ پیہم

سفر کے دوران یہ خواتین کن مقاصد کو حاصل کرنے کی سعی کر رہی تھیں ؟ جواب واضح ہے ۔

ان کا ایک کام تھا واقعات مجمل یا مفصل طور پر بیان کرنا ۔ واقعات کی تحلیل ، سانحۂ کربلا کی اہمیت پر روشنی ـــــ
اور سب سے بڑا مقصد ـــــ
شہدا کربلا کا عظیم پیام لوگوں کے گوش گزار کرنا جس سے

چھوٹے بڑے مکمل طور پر بے خبر تھے۔

ان عظیم خواتین کا یہ کام، یہ مقصد اور اس کے مطابق عمل تھا۔ بلکہ وہ اس سلسلے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

پوری توجہ اور تن دہی اور معزز طریقے سے وہ اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں ــــــ دشمن کے روبرو حقائق اور شہادت کے نکات روشن کر رہی تھیں، امت سے کہتی تھیں:

" کہ معاشرۂ اسلامی کے مرکز کو ختم کر کے ــ

کس سمبل اور کس عظیم نشانِ حق کو گرتا دیکھ چکے ہو،

خدا کی امانت خاک وخون میں ملا چکے ہو ــــــ "

امام حسین علیہ السلام اور ان کے وفادار ساتھی جان قربان کر کے اپنا فرض انجام دے چکے تھے لیکن اس کے نتائج اور مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے کا شرف یہ خواتین حاصل کر رہی تھیں۔

ان کی تقریروں نے کیا کیا راز کھولے ہیں ــــــ دشمن کی ظلم آفرینیوں سے کیا کیا پردے اٹھائے ہیں۔ ان کے کیسے کیسے بھیانک منصوبوں کو نقش بر آب بنایا ہے۔

ان الٰہی دبستان کی خطیبوں، ان پسماندگانِ شہداء نے ناکافی خوراک حد سے زیادہ تکلیف وضعف کے عالم میں یزید کی کارگزاری وظلم وستم و اسلام دشمنی کو یوں عیاں کیا جس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔

انھوں نے بنی امیہ کے سیاہ چہروں کی رنگین نقابیں چاک کر دیں انھوں نے واقعۂ کربلا کی مکمل تشہیر کی، انھوں نے امام حسینؑ کے مقاصد کی پوری طرح تشریح کی۔

جرأت نمائی

خواتینِ کربلا کی دلیری وجرأت پر ہم کئی مرتبہ توجہ دلا چکے ہیں۔ انھوں نے یزید کی بالادستی مسترد کرنے میں جو کوشش کی ہے یہاں اس پر بھی نظر ڈال لیجیے۔

انتہائی ضرورت سے کم غذا دی جاتی رہی ، سفر کی ناتوانی ـــــ گردن اور بازوؤں سے بندھے ہوئے ہاتھوں کے باوجود مسلح دشمن کے سامنے اعتراضات بھی کر رہی تھیں۔ اور گفتگو بھی ، کسی خوف وہراس کا نام اور کسی کمزوری کا نشان نہ تھا۔

غم واندوہ کی جس فراوانی میں صبر وشجاعت کا مظاہرہ کیا ہے وہ ضرب المثل ہے ـــــ نہایت تحمّل کے ساتھ دینِ مقدس کا دفاع کیا ـــــ معاویہ شاہی کی صورت دکھائی ـــــ

ہم قید و بند سے نہیں ڈرتے ،

دربدری ہمارے مقصد میں رکاوٹ نہیں ـــــ

ـــــ سب پر روشن کر دیا ـــ

یہ روشن ضمیر عورتیں ، امام حسین علیہ السلام کے مقاصد کو جامۂ عمل پہنانے میں کامیاب ہوئیں ۔ راستے کے پیچ وخم انھیں منزل سے نہ موڑ سکے۔ دشمن پر اپنی برتری اور کرامت ثابت کرکے رہیں۔

دل وجان پر کھیل کر دین کا قلعہ مستحکم کر گئیں ـــــ دنیا کی دل فریبیاں ان کے قدم نہ ڈگمگا سکیں۔

اور ـــــ باطل کی نویدیں ان کے ارادوں میں رخنہ نہ ڈال سکیں۔

ہم آہنگی

خواتین کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے راستے بھر اور زمانۂ اسیری میں باہمی تعاون وہم آہنگی کو برقرار رکھا۔ ان کی فکری یکسانیت شاندار انداز میں نمایاں تھی۔ سب کے دلوں پر داغ تھے، اس کے باوجود سب ایک دوسری کا غم بانٹتی اور ایک دوسری کو تسلی دیتی دلاتی رہیں۔

چھوٹے چھوٹے بچے دشمن کو شرمندہ کرنے میں بازی لے گئے۔ کم سن تھے مگر ذہانت وجرأت میں بڑوں کے ہم پلہ،

جرأت آفرینی میں مثال ———

ایک بچے نے درخت میں اپنے باپ کا سر لٹکے ہوئے دیکھ لیا، دبے پاؤں، دشمن کی آنکھ بچا کر درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ دشمن جھپٹا اور بچہ پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گیا۔ دشمن واپس چلا تو بچہ پھر باپ کا سر دیکھنے کھڑا ہوگیا۔ جرأت وہمت، ذکاوت و ذہانت سے مقصد تک پہنچنے کی یہ کوشش بڑوں کی فکری ہم آہنگی کا نتیجہ تھی۔

مجبوریاں اور راستے کی تکلیفیں

کوفے سے شام تک، خواتین واطفال کے لیے راستہ طے کرنا بہت مشکل تھا ———،

خاص کر جب دشمن،

عوام کے ڈر سے مجبور ہو کر رات بھر سفر کراتے تھے؛

بچّے سو جاتے اور کبھی کبھی اونٹ سے گر جاتے تھے ــــ!
کچھ دیر بعد جب دشمن کو خیال آتا تو بچے کو لینے جاتا تھا ــــ
ــــ اس تھکن کا غصّہ بچّے پر اُترتا اور برا بھلا کہتا ــــــ طمانچے مارتا تھا ــــــ

حلب و دمشق کے درمیان امامؑ کی حرم کا بچہّ شکم سا قط ہوا ۔ اس کا نام محسن رکھا گیا ــــــ چونکہ ایسی سواری اور ایسے سفر کی عادت نہ تھی اس لیے کسی خاتون کے پیر چھل گئے ....

سب کچھ دکھ تھے مگر ان عورتوں نے بڑی دل جمعی و بے فکری سے ان مشکلوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا ۔

شام میں پہنچنا

دکھ جھیلتی ، اذیتیں اٹھاتی یہ بیبیاں آخر کار شام پہنچیں ۔ یہاں پہلے سے انتظام تھے لہٰذا ایک مجمع ان کا تماشا دیکھنے راستوں میں خوشیاں مناتا باجے بجاتا کھڑا تھا ۔ ان میں کچھ لوگوں نے منّت مانی تھی کہ اگر یزید کے خلاف اٹھنے والا مارا گیا تو وہ اس خوشی میں پندرہ اونٹ قربان کر کے راہ خدا میں بانٹیں گے ــــــ یہ بھی ہوا ــــــ

عورتوں کی بشدّت یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے تئیں چھپالیں کہ لوگوں کی ان پر نظر نہ پڑے ــــ

دشمن کہتے تھے چہرے کھلے رہیں کہ لوگ تماشا دیکھیں ۔

ام کلثومؑ نے شمر سے کہا :

" ہمیں ایسے دروازے سے اندر لے چل جہاں

زیادہ بھیڑ نہ ہو۔ شہیدوں کے سر محملوں سے ذرا
آگے کردے کہ لوگوں کی توجہ ادھر ہو جائے اور
خواتین کا خیال نہ کرسکیں۔"

شمر نے اس کے برعکس کیا ——————!

کچھ دیر بعد ان کے سروں سے مقنعہ (پردہ) کھینچ لیا گیا۔ لڑکیوں اور خواتین نے ہاتھوں، آستینوں اور دامنوں سے منہ ڈھانک لیے —— تماشائی انھیں خارجی (دین سے باہر) سمجھ رہے تھے۔

عورتوں کا یہ خالص انداز ان کے لیے حیرت خیز تھا۔

لمحہ بہ لمحہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا —— اور —— یزید و بنی امیہ اور حکومت ان کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہوتی گئی۔

حضرت زینبؑ کا
کردار و عمل

حضرت زینب سلام اللہ علیہا، تنِ تنہا —— اپنے بھائی امام حسینؑ کی پوری صلاحیت رکھتی تھیں، وہی نظریاتی نعرہ دُہرا سکتی تھیں

"ھیھات مِنا الذلۃ ——"

"بھلا ہم اور ذلت ——————"

بشیر ابن خزیم کے بقول:

"یوں تقریر کر رہی تھیں جیسے حضرت امیر المومنینؑ
کی زبانِ زلزلہ افگن بول رہی ہو۔ وہ بول
رہی تھیں اور لوگوں کی سانس سینوں میں

رک رہی تھی۔ خطبہ سننے والے ایک دوسرے
سے کہہ رہے تھے۔ خدا کی قسم! زندگی میں ایسی
فصاحت و بلاغت اور قدرتِ سخن رکھنے
والی خاتون نہ دیکھی نہ سنی۔

زینبؑ اپنے بھائی کے فلسفے اور امام زین العابدینؑ کے مشورے سے اسیروں کے قافلے کا طریق کار معیّن کرتی تھیں ——— وہی ہر منزل پر تبلیغ کی خدمت انجام دیتی تھیں ——— ظلم کی مذمّت کرتیں ——— شہادت کو سرمایۂ افتخار بتاتی تھیں ——— دشمن کی بدکرداری و ذلّت وحقارت کو عیاں فرماتی تھیں، دوسری خواتین کی کارکردگی پر نظر رکھتی تھیں۔

بیمار امامؑ کی دیکھ بھال بھی حضرت زینب کا کام تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کربلا سے بیمار چلے، راستے کی اذیتوں نے اور نڈھال کر دیا تھا۔ حضرت زینبؑ ان کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ متوقع خطرات سے حفاظت کا بھی خیال رکھتی تھیں۔

شام کے جس کھنڈر میں قیدی رکھے گئے تھے، ایک دن امامؑ کے چاہنے والے "منہال"، کسی طرح پہنچ گئے اور امامؑ سے باتیں کرنے لگے۔ زینبؑ نے محسوس کیا کہ اگر دشمن نے دیکھ لیا تو نقصان پہنچائے گا۔ شہزادی نے آگے بڑھ کر احتیاط سے بھتیجے کو اٹھایا اور کونے میں لا کر بٹھا دیا ———،
دشمن کی نظر سے دُور ———

قیدخانہ

کربلا کے قیدی شام کے ایسے زندان میں رکھے گئے جو کھنڈر تھا۔ نہ

دن کی دھوپ نہ رات کی ہوا، خستہ و بوسیدہ در و دیوار، قصرِ یزید سے قریب ایسے کھنڈر میں قید کرنے کا مقصد اسیروں کی نفسیات کو متاثر کرنا تھا تاکہ انھیں اپنی بے بسی اور یزید کے اقتدار کا یقین ہو جائے۔

دربارِ یزید

قیدی کچھ دن کھنڈر میں رہے اور خادمانِ دربار نے اجلاس کی تیاریاں کرلیں۔ دولت مند شہری، متعدد سفرا، غیر ملکی مہمان اور فوجی و غیر فوجی ملازمین کے نام دعوت نامے بھیجے گئے۔

مقرر دن اور معیّن وقت پر جاہ و جلال کا مظاہرہ ہوا ——— ——— دربار آراستہ ——— یزید کرسی پر ——— حشم و خدم دائیں بائیں ———

آلِ رسولؐ بحالِ تباہ، قیدیوں کی حالت میں رسن بستہ، یتیم بچّے اور بچیاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں زنجیروں میں جکڑی ہوئی، امام زین العابدینؑ دربار میں طلب ہوئے۔

ان لوگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار اور نہ جانے پر اصرار کر کے اپنی خودداری ثابت کی۔ مگر دربار میں انھیں بھی ایک پیام دینا تھا ——— ظالم زبردستی لے گئے۔

یزید مست و مغرور، تخت پر، ——— اور سرِ امام حسینؑ طشتِ طلا میں سامنے رکھا تھا ——— قیدی سامنے کھڑے تھے۔ ایک نوکر آلِ رسولؐ کا تعارف کرا رہا تھا۔

امام زین العابدینؑ نے پہل کی:

" یزید! تیرا خیال کیا ہے ، اگر رسول اللہ
ہمیں اس حال میں دیکھ لیں تو کیا ہو ؟ "

یزید شرمندہ ہوگیا ـــــــــ قیدیوں کی رسیاں کھل گئیں ۔

خاتونِ معظم ، قائد قافلۂ احرار ، حاملِ اسرارِ شہادت، زینب صلوات اللہ علیہا نے گفتگو شروع کی اور شرم آفریں حقائق کی طرف حاضرین کی توجہ مبذول کرائی :

"تیرا خیال ہے کہ زمین و آسمان کے راستے تو نے ہم پر بند کر دیے ؟ فرعونیت و غرور کے عالم میں فتح کی خوشیاں منا رہا ہے ؟ یہ عدل و انصاف ہے کہ اپنی خواتین کو حرم سرا کی چار دیواری اور پردے میں رکھا ہے اور دخترانِ پیغمبر کو اس حالت میں سر دربار کھڑا کیا ہے ؟ جس نے ہمارے شہیدوں کے کلیجے چبائے ہوں اس سے اور کیا امید رکھی جا سکتی ہے ؟ تو اپنے اس کام کو صحیح اور آبرومندانہ سمجھتا ہے .... ؟ "

خاتونِ معظم کے خطبے اور جواب طلبی نے یزید کے حواس اڑا دیے ۔ مسرتوں کو خاک میں ملا دیا ۔ ستم گری کی مستی اور فتح و پیروزی کا نشہ ہرن ہوگیا ۔

خطبہ سن کر یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ بولنے والی داغدار دل اور سوگوار فکر سے بول رہی ہے ۔ لہجہ کی گرج اور بولوں کا زور بتا رہا ہے کہ خطیبہ کرب سے آزاد ہو کر ایک بامقصد پیام لوگوں تک پہنچا رہی ہے ۔

ایک شامی کی درخواست

دربار میں ایک شامی نے امام حسینؑ کی صاحبزادی .... یزید سے مانگی ۔ شامی اسے خدمتگار بنانا چاہتا تھا ۔ بچی گھبرا کر بہن کی طرف مدد اور پناہ کے لیے لپکی :

" کیا میں اس شخص کی نوکر بنوں گی ؟ !"

زینبؑ نے سہارا دیا ۔ فرمایا :

" نہ ڈرو ـــــ اس شخص کے لیے یہ کام ممکن نہیں ـــــ "

یزید بولا :

" اگر میں چاہوں تو ہو سکتا ہے ـــــ "

حضرت زینبؑ نے اپنے مشن اور مقصد کے مطابق بات کہی :

" ایسی صورت میں دینِ اسلام سے نکل جائے گا ۔"

یزید نے کہا :

" (معاذاللہ) تمھارے باپ اور بھائی دین سے ! ...... "

شہزادی نے جواب دیا :

" اگر تو مسلمان ہے تو خوب جانتا ہوگا کہ میرے جد و پدر و برادر کے دین ہی کی دعوت سب کو دی گئی ہے ـــــ "

بڑا معنی خیز جواب تھا ۔

یزید کی منطق اور استدلال، زینبؑ کے مقابلہ میں ختم ہوچکا تھا ۔ وہ شہزادی کو بُرا بھلا کہنے لگا۔جب بھی انسان غلط اور بے اصول ہوجائے تو، دشنام طرازی اور زبان درازی پر اُتر آتا ہے یا تھک کر چُپ ہوجاتا ہے۔

یزید فطرتاً بُرا تھا ـــــــــ وہ چُپ نہ ہوا تو زینبؑ نے عجیب لہجے میں کہا :

"ٹھیک ہے ، تو کرسی نشین ہے ، حکومت پر مسلّط ہے ۔ طاقت کے سہارے بد زبانی کر سکتا ہے ۔
یزید ! مصیبتوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم تجھ سے بات کر رہے ہیں ۔ ورنہ تو ہماری نظر میں بہت حقیر اور چھوٹا آدمی ہے ۔ ایک مرتبہ پھر میں تجھے تنبیہ کرتی ہوں ـــــــــ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اتنے پاک نجیب افراد شیطانی گروہ کے ہاتھوں مارے گئے ......"

وہ شامی اپنے مطالبے سے دستبردار نہ ہوا ۔ اس نے دوبارہ یزید سے وہی مطالبہ کیا ـــــــــ یزید ابھی ابھی اس بارے میں رسوا ہوچکا تھا۔ شامی کی بات سُن کر چیخ اٹھا :

"خدا تجھے اور تیری آرزو کو تباہ کرے !"

ایک بچّی کی مَوت

امام حسینؑ کی اولاد میں تین چار سال کی ایک صاحبزادی تھی، جسے

بابا سے محبت اور بے حد الفت تھی۔ دن دن بھر خرابے میں بیٹھی راستہ میں آنے جانے والے آدمیوں کو دیکھتی رہتی تھی۔ ایک دن پھوپھی سے پوچھنے لگی:

"یہ لوگ اپنے بچّوں کو لے کر کہاں جاتے ہیں؟"

جواب ملا:

"اپنے گھر جاتے ہیں ———"

"کیا ہمارا گھر نہیں ہے؟ کیا ...... کیا.."

بچوں کو باپ کی انگلی پکڑے دیکھ کر اس کے خیالات میں ایک تحریک ہوئی ——— اس نے رات کو اپنے بابا کو دیکھا ——— خواب دیکھتے دیکھتے اٹھی اور اپنے بابا کو ڈھونڈنے لگی۔

کم سِنی کا تقاضہ کہ ضد شروع کر دی۔ یزید سو رہا تھا۔ بچے کے شور و غل کی اسے اطلاع دی گئی۔ وہ اٹھا اور حکم دیا کہ:

"اس کے بابا کا سر اس کی گود میں دے دیا جائے

تاکہ اسے اطمینان ہو۔"

بچّی نے سر دیکھا۔ اس کی بے تابی بڑھ گئی، وہ رو رہی تھی، اب تڑپنے لگی ——— کچھ دیر بعد خاموش ہو گئی۔

عورتیں سمجھیں کہ بچی تھک کر سو گئی ہے۔ انھیں کچھ خوشی ہوئی ——— لیکن معاملات کی نگہبان زینبؑ کسی اور خیال میں تھیں، وہ بچّی کے سرہانے گئیں، دیکھا تو اس کا جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

اس لڑکی کی موت نے کربلا کی مصیبت تازہ کر دی۔ سب رونے لگے۔ آخرکار اسی خرابہ میں غسل و کفن دے کر دفن کر دیا۔ خواتین نے اس کا سوگ منایا اور اس واقعہ نے یزید کے نامۂ عمل میں ایک اور سیاہ ورق بڑھا دیا۔

سفرِ شام کا نتیجہ

قیدیوں کا شام لے جایا جانا، یزید کی برتری و مسرت کی بجائے اس کی زیادہ سے زیادہ رسوائی اور بدنامی کا سبب ہوا۔

شامی عوام تقریباً چالیس سال سے اہلبیتِ رسولؐ کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار تھے ——— حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو برا بھلا کہنا اور سمجھنا عام تھا ——— خود کلمہ گو ہونے کے باوجود، انھیں غیر مسلم سمجھتے تھے۔ وہ قنوت میں ان پر تبرّا کیا کرتے تھے۔

یہ لمحہ ان کی خوشی کا تھا کہ ایسے شخص کا بیٹا مارا گیا ——— خاندان قید ہوا ———،

لیکن ——— کچھ عرصے سے ان کی آنکھیں کھل رہی تھیں ——— ان قیدیوں کے بارے میں ان کے خیالات بدل رہے تھے۔ بنی امیہ کا پروپیگنڈا بالکل جھوٹ اور قطعی طور پر غلط ثابت ہو رہا تھا ———؛

ابھی وہ کچھ اور جاننا چاہتے تھے۔

صورتِ حال یزید کے لیے خطرناک تھی، سلطنت کی بنیاد ہل رہی تھی ——— خود اس کے گھر کے اندر کھلبلی کے آثار تھے۔ اس نے صلاحِ دید کے بعد اسیروں کو شام سے رخصت کرنے کا فیصلہ کیا۔

بہتر یہی سمجھا کہ معافی کا اعلان کر کے سب کو مدینے واپس کر دے ——— اسی سوچ بچار میں عرصہ گزر گیا۔

حالات بگڑ گئے۔ گھر کے افراد مخالف ہو گئے۔ اس کی سرزنش

ہونے لگی ——— اس کے کرتوت کو غیر شریفانہ قرار دیا گیا۔
احتجاج ہونے لگا ———،
اس بنا پر خاندانِ امام حسینؑ کی اسیری یزید کو مہنگی پڑی۔ ایسے آثار
نظر آنے لگے جو مستقبل قریب میں انقلاب کی خبر دے رہے تھے۔
یزید نے اس منصوبے سے میٹھا پھل اور خوشبو دار پھول توڑنے کے
بجائے اپنے سر پر عذاب مول لے لیا۔
اس نے اہل بیتؑ کو مدینے واپس بھیجنے کا حکم شرمندگی یا رحم دلی
کی وجہ سے نہیں دیا ———،
بلکہ ———
اس کا بڑا سبب خود اپنی جان بچانے اور حکومت سے دل سوزی
کی بنا پر تھا ———؛

انھوں نے انقلاب کی بنیادیں رکھیں ــــــــــــ

یزید کے ہاتھوں اسلام اور فرزندانِ اسلام کو ــــــ
جو نقصان پہنچا تھا ــــــــ
اس کی ــــــــ
تفصیل بتائی ــــ
وہ نصب العین کی بات اور مقصد پر قربانی دینے والوں
کی داستان بیان کرتی تھیں۔
اس ضمن میں خود اپنے اوپر بیتی ہوئی کہانیاں ــــ
اور ــــــــ
جہادِ راہ حق میں پیش آنے والے امتحانات کی ــــ
رپورٹ سناتی تھیں ــــ
کیسی کیسی بھوک اور پیاس گزری ہے ــــ
دشمن کی حقارت اور اپنی استقامت کے تذکروں سے ــ
تاریخ کی تشنگی بجھاتی ــــــ
اور اندھیری راتوں میں روشن چراغ رکھتی ــــــ
انقلاب کے شعلے بھڑکاتی چلی جاتی تھیں ــــ

نواں حِصّہ



شام کے بعد مشن جاری رہا

امام حسینؑ کے پسماندہ افراد، دلبستانِ فلسفۂ رسالت کے تربیت یافتہ لوگ تھے۔ ان لوگوں نے اتنی سخت مصیبت اور اتنے بڑے دباؤ کے باوجود اپنے اندر ابھری ہوئی روحِ انقلاب کی حفاظت کی اور اس مشن کو آگے بڑھانے کی مہم میں مصروف رہے۔

دشمن چاہتا تھا کہ امام کو قتل کر کے ——— بقول اس کے

فتنہ ——— ہاں!

امت میں پھیلے ہوئے فتنے، بے چینی اور اضطراب کی جڑ

اکھیڑ دے گا ——— مگر ———

ان خواتین نے صدائے انقلاب کو دنیا جہان کے گوشے گوشے میں پھیلا کر اس منصوبے کے سامنے رکاوٹ کھڑی کر دی۔

کربلا کا خاموش قبرستان، انقلاب آفریں غلغلہ بن گیا۔ یہ غم نصیب عورتیں کتنا بڑا مشن پورا کر گئیں۔ شہادتِ کربلا اس نقطۂ نظر سے غم آفریں ہے کہ عزیزانِ اسلام و اولادِ رسولؐ و اصحابِ باوفا قتل کیے گئے اور اس نقطۂ نظر سے قابلِ تحسین ہے کہ اس شہادت سے اسلام زندہ و پائندہ ہو گیا۔

خبروں کی اشاعت

مٹھی بھر قیدیوں سے دشمن بوکھلا گیا۔ نہ کوفے میں ان پر کنٹرول کرسکا نہ دمشق میں، نہ کھنڈر انھیں خاموش رکھ سکا نہ قید خانہ ——

اس نے فیصلہ کیا ——

انھیں شام سے نکال دے اور مدینہ بھیج دے۔

یہ تدبیر بھی غلط نکلی —— وہ دارالسلطنتِ یزید میں پیامِ انقلاب عام کرچکے تھے۔ صبروتحمل، مضبوط واستوار عزیمت کے ساتھ خبریں پھیلا چکے تھے۔ یوں تھوڑے ہی عرصے میں سب خبریں عراق کے مرکز کوفے سے شام کے مرکز دمشق اور وہاں سے حجاز تک پہنچ چکی تھیں۔

مدینہ میں آشوب آچکا تھا۔ صدائے گریہ وبُکا بلند تھی۔ لوگ احتجاج کرتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔ عوام بڑی بے چینی سے عزاداری کررہے تھے۔

امامؑ کی شہادت کو اچھے خاصے دن گزر چکے تھے مگر واقعہ کی شدت اور حرارت میں کمی نہ آئی تھی —— انقلاب وانتقام کی جڑیں مضبوط ہورہی تھیں۔

خواتین کی نفیس منصوبہ بندی اور محنت سے خبریں پھیلیں۔ اور سب سے بڑی بات خواتین کا یزید کے ساتھ رویے کا معاملہ تھا —— دربار میں سفیروں اور عمائدینِ ملک اور مہمانوں کے سامنے وہ عظیم کردار ادا کیا جس نے ادیبوں خطیبوں اور شاعروں کو ایک نیا موضوعِ فکر وبیان دے دیا۔

دشمن نے خبروں کو توڑ مروڑ کر شائع کرنے کی جتنی کوشش کی اور جتنا زور صرف کیا خبرنگاروں، رپورٹروں، دربار کے چشم دید گواہوں اور

راویوں پر اس کا اثر اُلٹا ہوتا تھا۔ لوگ یزید کے حق میں پروپیگنڈے پر تیار نہ تھے ـــــــ

مؤرخین، محدثین اور شعرا نے یزید کو جارح قرار دیا ـــــــ

ـــــــ انھوں نے اس بارے میں مشاہدات وحقائق پر مبنی اپنے تاثرات کا اظہار شروع کر دیا تھا۔

سفرِ مدینہ کی تیاری

عوام کے فکری دباؤ سے مجبور ہو کر یزید نے اعلان کر دیا ـــــــ

"حسینؑ کو نہ میں نے قتل کیا نہ ابنِ زیاد کو حکم قتل دیا۔ جو کچھ ہوا وہ ابن زیاد کی خودسری کا نتیجہ ہے۔"

اس خبر سے ابن زیاد مشتعل ہو گیا۔ اس نے بھی صاف صاف کہنا شروع کیا ـــــــ:

"یزید جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے خود مجھے قتلِ امامؑ کا حکم دیا ہے۔"

یہ بحث جواب وجواب الجواب سے ردّ و قدح اور لعن طعن تک پہنچی۔ یزید نے اپنی بریت اور صاف نیتی جتانے کے لیے خواتین کی رہائی اور مدینے بھیجنے کا اعلان کیا۔

مگر جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ یزید کا یہ اقدام مجبوری و کمزوری کے طور پر تھا ـــــــ دراصل وہ نتائج سے بچنا اور پریشانیوں سے بھاگنا چاہتا تھا ـــــــ!

اہلِ بیتؑ سفرِ اسیری کے برعکس، کجاوہ و عماری سے آراستہ ناقوں پر اچھے اہتمام کے ساتھ مدینے چلے۔

یزید نے دکھاوے کے لیے بظاہر عورتوں سے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے عذر خواہی بھی کی اور بڑا احترام کیا۔

اربعین

سفر کے دوران قافلہ کربلا اور مدینے کے دوراہے پر پہنچا۔ خواتین نے فیصلہ کیا کہ شہیدوں کے مزاروں کی زیارت اور ان سے تجدیدِ عہد کریں گی، اس سے انھیں نئی توانائی اور نئی قوت حاصل ہوگی۔ نگران کے پہنچنے سے پہلے جابر بن عبداللہ انصاری رضوان اللہ علیہ، نابینائے روشن دل، مزار کی زیارت کے لیے پہنچ چکے تھے۔

اس دن عورتوں نے کس قیامت کی عزاداری کی ہے، کس قدر آنسو اور کیسے کیسے بَین اور کیا دردانگیز نوحے پڑھے ہیں۔ جن سے دلوں کو نئی زندگی ملی۔ یہ زیارت دراصل امام سے تجدید بیعت تھی۔ وہ اپنے آیندہ فرائض اور مشن کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کریں گی اور بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے تک۔ اصولاً ہر ظالم اقتدار کے خلاف ـــــ یہ انقلاب جاری رکھیں گے۔

چہلم کے روز، زیارت و تجدیدِ عہد کے رسوم انجام دیے گئے اور قافلہ تین دن رات ٹھہرنے کے بعد راہیٔ مدینہ ہوا ـــــ

راستے کا پروگرام یہ تھا:

حقائق سے نقاب کشائی ـــــ واقعات کی تشہیر ـــــ اخبار رسانی، آنے والے خطرات سے آگاہی کا اہتمام ـــــ عوام کو انقلاب کے لیے تیار کرنا۔ خواتین جس شہر و دیہات سے گزریں۔ اپنے مسائل اور اپنے مقاصد

کی نشرواشاعت کرتی اور انقلاب کے بیج بوتی چلی گئیں۔

مدینہ میں آمد

خواتین مدینے پہنچ گئیں۔عوام بازار بند کر کے قافلے کا استقبال کرنے جمع تھے۔گریہ وبکا کا شور بپا تھا۔ واقعات سننے کے لیے لوگ بے چین تھے۔

حضرت سید سجادؑ ـــــــ خواتین ـــــــ بچے، جسے جو ملا اس سے واقعۂ کربلا کی تفصیل پوچھتا تھا۔

اہلِ مدینہ کے لیے یہی تین معتبر مرکز تھے جہاں سے جہادِ امام حسینؑ اور مظالمِ یزید کی خبریں ملتی تھیں۔

انھوں نے واقعاتِ کربلا بتائے ـــــــ انھوں نے دلوں میں یزیدیوں سے نفرت کی کھیتیاں بوئیں۔

انھوں نے انقلاب کی بنیادیں رکھیں ـــــــ

یزید کے ہاتھوں اسلام اور فرزندانِ اسلام کو جو نقصان پہنچایا تھا اس کی تفصیل بتائی۔

وہ نصب العین کی بات اور مقصد پر قربانی دینے والوں کی داستان بیان کرتی تھیں ـــــــ اسی ضمن میں خود اپنے اوپر بیتی ہوئی کہانیاں اور جہادِ راہِ حق میں پیش آنے والے امتحانات کی رپورٹ سنائی تھیں کیسی کیسی بھوک اور پیاس گزری ہے ـــــــ

دشمن کی حقارت اور اپنی استقامت کے تذکروں سے تاریخ کی تشنگی بجھاتی اور اندھیری راتوں میں روشن چراغ رکھتی ـــــــ انقلاب کے شعلے بھڑکاتی چلی جاتی تھیں۔

آہستہ آہستہ اجتماعات نے مجالس کا رنگ حاصل کرلیا۔

بنی ہاشم کے گھروں میں یہ مجلسیں ہونے لگیں، مجلسوں میں عزاداری وسوگواری کی رسوم، ——— واقعات کا بیان اور دشمن کے رسواکن سیاسی وسماجی عیوب کے تذکرے عام ہوگئے۔

شدید غم کے باوجود عورتوں میں سربلندی کا احساس تھا چونکہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہید سے وابستہ تھی۔

وہ فخر کرتی تھیں ———

لوگوں کو توجہ دلاتی تھیں ——— یہ خون بہت جلد فوارہ بن کر اُبلے گا اور اسلام کے درخت میں پھل لائے گا۔

جن دنوں حقائق بیان کرنے والی زبانیں گونگی تھیں ——— حکومت کی طرف سے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہ تھی۔ جس دور میں اسلامی معاشرہ ظالموں کے پنجے میں تھا ——— جب زندگی کی بقا ظالم حکومت کی خوشامد پر موقوف تھی۔

اس گھٹن میں لوگوں کو سانس لینے اور کسی حد تک اظہارِ رائے اور اعتراض کرنے کا موقع ملا۔

عوام نے بنی امیہ سے جواب طلبی شروع کردی اور بات یہاں تک پہنچی کہ حکومت نے ان کے قتلِ عام کا حکم دے دیا۔

دو قتلِ عام ———

مدینے میں اور مکے میں ———

——— واقعہ حرّہ ———

——— واقعہ آتش زنی کعبۂ مکرّمہ۔" ———

عزاداری

مدینے میں فاتحہ وتعزیت کی مجلسیں شروع ہوگئیں ۔ سوگواری کی مجلسیں یعنی حقائق کھولنے یا دوسرے لفظوں میں حکومت سے جواب طلبی کے اجتماعات ـــــ شہیدوں کی یاد تازہ رکھنے کی رسم ـــــ دبستانِ فکر ونظر کا احیار ـــــ امّت کے دکھ درد کی بات ـــــ اور اسلامی مسائل پر گفتگو.........

حقائق کا بیان

یعنی ان دنوں کوئی ایسی تنظیم نہ تھی جو اصل واقعات نقل کرے۔ اصل واقعات بیان کرنا بہت خطرناک کام تھا۔

یہ لوگ پیاس کی بات کرتے تھے ۔ وہ بھی اپنی پیاس ـــ اور مظلومیت کے بجائے ظالم دشمن کی بدفطرتی اور کم ظرفی پر روشنی ڈالنے کے لیے ـــــ اس کی کم ظرفی اور جرائم پروری ثابت کرنے کی غرض سے ۔

یا مثلاً ـــــ

قیدیوں کے رسن بستہ ہونے کا چرچا کرتے وقت اشارہ یہ ہوتا تھا کہ دشمن کتنا پست فطرت ، ڈرپوک اور سخت دل تھا ۔

کم سِن بچّے سے کیا ڈر تھا جو اس کے ہاتھ باندھ دیے گئے تھے ـــ ؟ غم نصیب خاتون کیا کرسکتی تھی جو اس کے ہاتھ پسِ گردن باندھے گئے تھے ؟

عزاداری کی مختلف رسموں میں شاید ہی کوئی آنکھ ایسی ہو گی جس کے گوشے میں قطرۂ اشک نہ ہو، اتفاقاً ہی کوئی ایسا دل ملے گا جس میں اس غم کا سوز نہ ہو۔ دشمن کے دل بھی جلتے اور اپنی اس واقعے سے وابستگی پر شرمندگی محسوس کرتے تھے۔

سفر جاری رہا

یہ خواتین مدینے میں تاریخِ کربلا کے ابواب و اوراق مرتب کرتی رہیں۔ لوگوں کو ضروری معلومات مہیا کیں ——————
—— معاشرے کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا ——
—— عورتوں کو ثابت قدمی، استقلال کی نصیحت کی ——
—— امام علیہ السلام کے ارشادات پر تقریر، ان کے معانی و مطالب بیان فرمائے۔

دبستانِ اسلام کا فلسفہ اور شہادت کا مقصد، نیز شہدائے کربلا کا نصب العین —— ان کے پیامِ تحریک و انقلاب کے مسائل سمجھنے سمجھانے اور دوسروں تک پہنچنے پہنچانے کے معاملات زیرِ بحث لاتی رہیں۔

موقع آگیا اور تحریک نے برگ و بار نکالنا شروع کیے۔ انقلاب کی صدا دوسروں تک پہنچنے لگی۔ شہیدوں کے وارث اِدھر اُدھر جانے لگے۔ کچھ نجی سفر تھے، کچھ سزا کے طور پر شہر بدر کیے گئے۔

یہ جہاں گئے —— متحرک کتاب کربلا بن گئے، تاریخِ کربلا لوگوں کے دلوں پر نقش کرنا ان کا کام تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان خواتین نے ایسی ہمت کا مظاہرہ کیا کہ دشمن بوکھلا گیا، اس کے حواس جاتے رہے، وہ رسوائی سے جان کیسے بچائے؟

کالے دھبے کیونکر دھوئے ——— ؟

جواب کے لیے زبان کہاں سے لائے ——— ؟

اس سلسلے میں جو حرکت کرتا وہ مذبوحانہ ہوتی ——— !

خیموں کا جلانا ——— شیر خوار بچوں کو شہید کرنا، ایسا غیر انسانی فعل تھا، جس کی تاویل ممکن نہ تھی ———

شہیدوں پر تین دن پہلے پانی بند کرنا ایسا فعل کہ جس کی کوئی قانونی حیثیت واضح نہیں کی جا سکتی۔

عورتوں کی اسیری اور قیدیوں کو مارنا ایسا مسئلہ نہ تھا جسے سادگی سے حل کیا جا سکتا۔

لہٰذا پہلے تو مجالسِ عزا پر قدغن لگائی ——— جب یہ حیلہ کارگر نہ ہوا تو اہلِ مدینہ کو قتلِ عام کی سزا دی اور واقعۂ حرّہ عمل میں آیا۔

اسباق

خواتین اور شہیدوں کے پسماندگان نے اپنے مشن کے سلسلے میں کام جاری رکھا ——— عوام کو مقابلہ پر ابھارا۔ صبر و استقامت کا درس دیا۔ فرائض کی بجا آوری ——— انسانی اخلاق و اقدار کی پاسداری، خودداری و سرفرازی کی نگہداشت ——— دشمن کے ہر حملے کا جواب اور واقعات و حقائق کی تشہیر و اشاعت۔ ظلم کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی مہم۔ یہ تھے ان کے اسباق و دروس۔

ان کے پروگرام کامیابی سے آگے بڑھ رہے تھے ، وہ کسی مرحلے میں شکست خوردگی کا احساس نہ رکھتی تھیں ، وہ پوری عزت ووقار سے مشکلات کا مقابلہ کررہی تھیں ، ہر مرحلے پر یہ معلوم ہوتا تھا جیسے ان پر کوئی مصیبت آئی ہی نہ تھی ۔

کوئی تمنا و آرزو ان کے دل میں نہ تھی ـــــ خدا پر نظر تھی اسی کی رضا مطلوب تھی ـــــ انتہائی ذہانت و ذکاوت کے ساتھ ـــــ دبستانِ حسینی اور اس کی آؤٹ لائن پر گام زن رہیں ۔

اسی سرچشمۂ نور سے روشنی لیتی اور اسی راہِ مستقیم پر چلتی ، ہر منزل پر سربلند پہنچتی رہیں ۔ پوری مہم "عقیلۂ قریش حضرت زینب " کی سربراہی میں جاری رکھی ۔

زینبؑ کا کارنامہ

عاشور کے بعد پیام حسینی کا مشن حضرت زینبؑ کی سربراہی میں جاری ہوا ، ان کی زلزلہ افگن تقریر اور ولولہ انگیز گفتگو نے حسینی انقلاب کے مقاصد واضح کیے ـــــ اس وقت کے بھیانک ماحول کی تصویر کشی کی ۔ یزیدی حکومت کے جرائم کو آشکار کیا ۔

ٹھیک ہے دوسری خواتین بھی آزادانہ یہ خدمت انجام دے رہی تھیں مگر ان میں سے کوئی بھی حضرت زینبؑ کے منصب و مرتبہ تک نہ پہنچ سکی ۔ جیسے کوئی شہید امام حسینؑ کی منزل و عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکا ۔

زینبؑ کی نکتہ رسی اور ڈھکے چھپے مظالم سے پردے اٹھانے کا کام ، عوام کے ذہنوں کو جھنجھوڑنا اور انقلاب کے لیے ابھارنا ۔ پھر اس انقلاب کو صحیح

سمت دینا زینبؑ ہی کا کام تھا۔ وہی اس کام کی صلاحیت رکھتی تھیں۔
وہی لوگوں کو انصاف پر ابھار سکتی تھیں۔

میدان میں حضرت زینبؑ کے وجود سے دشمن خطرہ محسوس کر رہا تھا۔
آخر انھیں جلاوطن کرنے کی ٹھان لی۔

انھیں مصر بھیجنے کا فیصلہ کیا ______
اس نے پھر غلطی کی ______ اسے سمجھنا چاہیے تھا
کہ وہ فصیح و بلیغ خطیب ہیں ______ وہ پیام شہادت مصر میں عام کریں گی،
وہ ان علاقوں میں اس واقعے کی تشہیر سے باز نہ رہیں گی۔

خواتین کا نتیجہ کارکردگی

خواتین نے تاریخ عاشورہ میں جس مشن کو انجام دیا اور اس سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا مکمل تجزیہ آج ممکن نہیں۔ کچھ مختصر جائزہ یوں پیش کیا جاسکتا ہے:

- ◯ ______ بنی امیہ کا ناجائز دینی اثر و نفوذ ختم کیا۔
- ◯ ______ ظلم و جرائم کے اداروں کو رسوا کیا۔
- ◯ ______ عوام میں مقابلے اور بیداری کی روح پھونکی۔
- ◯ ______ عوام میں انقلاب کی زمین ہموار کی۔
- ◯ ______ حکومت کے حلقوں میں احساسِ گناہ کی لہر دوڑا دی۔
- ◯ ______ برسر اقتدار اداروں کی فریب کاری کو بے نقاب کیا۔
- ◯ ______ مقابلے کے لیے عوام میں اتحاد و یک دلی پیدا کی۔
- ◯ ______ افکار و خیالات میں عام بیداری پیدا کی۔

- ○ —— مردہ و محوِ خواب عوام میں نئی روح پھونکی۔
- ○ —— زوالِ حکومت کے اسباب مہیا کیے۔
- ○ —— غاصبِ خلافت کے اقتدار سے اسلام کا رشتہ توڑ دیا۔
- ○ —— اسلامی علوم میں توسیع ہوئی۔
- ○ —— خوف و ہراس اور گھٹن سے عوام کو نکالا۔
- ○ —— عوام کو حقائق آشنا کیا۔
- ○ —— جنگ، ہتھیار اٹھائے بغیر بھی لڑی جا سکتی ہے، سب کو بتایا اور اس حقیقت سے آگاہی بخشی۔
- ○ —— نئے اخلاقی اقدار ایجاد کیے۔
- ○ —— یزید۔ بلکہ ہر استبداد پسند طاغوت کی قبر کھود دی۔

سب کو تقویٰ اور پاکدامنی کی تربیت دینی چاہیے ـــــــ

مگر ـــــــــ
ساکت و منجمد زندگی کے لیے نہیں ـــــــ!

ان پھولوں سے کیا فائدہ ـــــ،
جو باغ سے نکلیں تو بےکار ہو جائیں ـــــ!!

ایسی متقی خواتین تیار کی جائیں ـــــ،
جو عفت و شرف کا پاس و خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ
مختلف سماجی کام کر سکیں ـــــــــــــــ،

نسلِ جدید کی عمدہ پرورش ـــــ
اور ـــــــــ
گرتے ہوئے معاشرے کو بلند کرنے میں اپنا حصہ
ادا کر سکیں ـــــــــ

دسواں حِصّہ



اور آج

ا۔ استعمار کی مہم

ہم اس دور میں ہیں جب استعماری ایجنٹ کوشش کر رہے ہیں کہ عورت کو اس کے انسانی مقام سے ہٹا کر بکاؤ مال اور ہوس رانی کی چیز بنا دیں۔

انسانیت دشمن افراد نے ایک نعرۂ دل فریب لگایا:

پابندیوں سے عورت کی آزادی

جس کے معنی ہیں عورت کو ہوس کے پنجے میں جکڑنا۔

صنعتی دور میں سب دیکھ رہے ہیں، عورت درآمدی و برآمدی مال بن چکی ہے۔ بازاروں میں نمایاں طور پر وہ کسی نہ کسی طرح بیچی جا رہی ہے۔

کبھی وہ دکانوں اور دفتروں میں خرید و فروخت کرنے والوں کو —

— اپنی سجاوٹ اور گھلاوٹ دیتی ہے —

کبھی شوکیس میں اس کے حسین جسم کو ذریعۂ کاروبار بنایا جاتا ہے۔

کبھی اس کا حسن تجارت کا پروپیگنڈا کرتا ہے —

— اور کبھی وہ خود یکے بعد دیگرے ہوٹلوں کے شبستان ....

دکھ کی بات یہ ہے کہ بے توجہی، غفلت یا ناواقفیت کی بنا پر کچھ عورتیں اپنے تئیں سپرد کر دیتی ہیں۔ وہ خطرناک و تباہ کن نتائج سے آشنا نہیں ہوتیں۔

افسوس کی بات ہے۔ خواتین کا ایک درجہ اتنا بلند ہے کہ وہ شہیدوں کی ترجمان قرار پائیں اور ان کے بلند مقاصد کا پیام دوسروں تک پہنچائیں۔

دوسری طرف ناعاقبت اندیش افراد کی بدولت وہ خود اتنی پست ہو جاہیں کہ انھیں ناجائز فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بننا پڑے۔

اگر ایئر سروس میں ہوسٹس بن کر وہ مسکراتے چہروں اور مہکتے جسموں کی نمود و نمائش کر کے مسافروں کے لیے بہارِ نظر بن کر ان کے جذبات میں ہیجان پیدا کرتی اور ان کے دل موہ لیتی ہیں تو خود بھی رنگینیوں اور ناجائز دولت کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر خاندانی و معاشرتی کرب کو جنم دیتی ہیں۔ خود ان کا وجود آگ کا الاؤ بن جاتا ہے۔

ذمہ دارانِ معاشرہ ہوشیار

معاشرے کے ذمہ دار افراد خوب سمجھتے ہیں کہ معاشرے کی اصلاح بڑی حد تک عورت کی صلاح و فلاح اور معاشرے کا فساد بڑی حد تک عورت کے فساد سے وابستہ ہے۔

عورت کو معاشرے کی برتری و ترقی یا انحطاط و تنزلی میں براہ راست دخل ہے۔ اس لیے ان کے معاملات و مسائل پر توجہ دینا چاہیے اور انحراف و لغزش کو ان سے روکنا چاہیے اور خود عورتوں کو بھی اپنی عزت، برتری اور توانائی کا خیال رکھنا چاہیے ــــــــــ صحیح سمت اختیار کرنے سے وہ خود بھی ایک نسل، ایک معاشرے اور ایک تاریخ کو قابلِ فخر بنا سکتی ہیں۔

ملک کی قدر و قیمت خواتین اور مادرانِ ملت سے وابستہ ہے۔ ان کی فکری سطح بلند ہو گی، ان کی پرورش عمدہ ہو گی تو قوم سربلند ہو گی۔

اربابِ تعلیم و تربیت کو اس گوشے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا چاہیے۔ تعلیمی و ثقافتی اداروں کو ایسی خواتین سے رابطہ رکھنا چاہیے جو حقیقی احترام اور فرض شناسی کا مفہوم جانتی ہوں۔ پاک دامن اور تقویٰ شعار ہوں۔ اخبار و رسائل کے مدیر، ایکٹرسوں، رقاصاؤں اور گلوکاروں کے بجائے ان خواتین کو سراہیں جو دلیر، فداکار، محقق اور آزاد از قیدِ فرنگ ہوں۔

سب کو تقویٰ اور پاک دامنی کی تربیت دینی چاہیے مگر ساکت و منجمد زندگی کے لیے نہیں ـــــ ان پھولوں سے کیا فائدہ جو باغ سے نکلیں تو بیکار ہو جائیں ـــــ ایسی متقی خواتین تیار کی جائیں جو عفت و شرف کا پاس و خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ مختلف سماجی کام کر سکیں ـــــ نسلِ جدید کی عمدہ پرورش اور گرتے ہوئے معاشرے کو بلند کرنے میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔

خواتین ہوشیار

ہمارے ملک میں ابھی وقت ہے اور بہ نسبت پہلے کے ان دنوں زیادہ امکانات پائے جاتے ہیں ـــــ اس دور کی عورت بہتر طریقے پر اپنی ترقی و تعمیرِ ذات و صفات کی طرف دھیان دے سکتی ہے ـــــ

یہ تاریخی موڑ ہے ـــــ

با اخلاق و با اصول معاشرے کی ساخت و پرداخت کے مواقع ہیں ـــــ طاغوتی بندھنوں کو توڑا جا چکا ہے ـــــ سماج میں برائی کو برا کہنے اور ٹھکرانے پر کوئی گرفت نہیں ہے ـــــ آج عورت کو چھیڑنے پر

کھلے بندوں فخر نہیں ہو رہا ہے۔ عورت اپنی کرامت و شرافت کو پروان چڑھا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنا فرض ادا کرنے پر تیار ہو جائے۔

آج کی خاتون کو جاننا اور سمجھنا چاہیے ـــــ اس کے فخر و اعزاز کی بات ہر وقت دولھن بننے ـــــ جھوٹی تعریف سننے ـــــ رنگ و روغن کے سہارے چمکنے دمکنے میں نہیں ہے۔

عورت کا فخر، عورت کی بڑائی ـــــ اس کی شخصیت کے نکھار ـــــ آگہی ـــــ علم و ہنر ـــــ شرم و حیا اور اسلامی و اخلاقی اقدار سے آراستہ ہونے میں ہے ـــــ مثبت انسانی فضائل، صفاتِ تقویٰ اور حفظِ آبروئے خاندان میں ہے۔

سب جانتے ہیں کہ بڑوں کے ساتھ مقابلے میں اکثر و بیشتر یہ نکتے فراموش کیے جا رہے ہیں۔ باصلاحیت بچیوں کو ایسے انجان راستوں پر ڈالا جا رہا ہے جہاں وہ عہدِ قدیم کی بکاؤ لونڈیوں سے زیادہ آبرو باختہ ....

آج کی ذمہ داریاں

آج عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے "نظریہ کا تحفظ" ـــــ اپنے دبستانِ فکر کو دشمن کے حملے سے بچانا ـــــ اپنی شخصیت کو اپنے نظریے کا آئینہ دار بنانا ـــــ اسیر بنانے والے راستوں اور ہوس کے جال میں پھنسنے کی تدبیروں سے دور رہنا۔ اور ایسے مثبت اقدامات جن سے ان عظیم مقاصد کی نشاندہی ہوتی ہو جو ہمیں تاریخ و فلسفۂ اسلام نے دیے ہیں ـــــ ـــــ کربلا والے اور کربلا والیاں ـــــ مرد، بچّے، جوان، بچّیاں، لڑکیاں اور بلند مرتبہ خواتین کے رنگ میں رنگنا، انھیں احساسات میں ڈوبنا۔

آج کی عورت ذمّہ دار ہے، جتنی جلد ہوسکے وہ چہرے کے اس رنگین مگر بدبودار غبار کو دھو ڈالے جو سہل انگاری کے ہاتھوں اس کے چہرے کو بگاڑتا رہا ہے۔ اپنے مسائل کی گہرائی میں ڈوب کر سوچے اور ایسا رویہ اختیار کرے جو اسے اسلامی زندگی میں ڈھال دے۔

اسلامی رویہ، اسلامی معاشرہ، اسلامی عدل، اسلامی کرامت اور تقویٰ شعار زندگی بسر کرنا" دبستانِ کربلا" کا اصل نصب العینؔ فلسفہ تھا اور ہے۔

جس لمحے پوری قوم، پوری ابھرتی ہوئی نسل اس تگ و دو میں ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو گزشتہ ذلت و رسوائی و بےانصافی سے رہائی حاصل کرے۔ عین اسی وقت کچھ .... مغرب کی سماجی غلامی اور طاغوتی دور کے سمبل کے سامنے جھکنے اور فریب خوردہ نظام کی یاد میں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی انحراف پر اکسانے والیاں موجود ہیں ـــــــ ذرا عقل کے ناخن لیں۔

آج موقعہ ہے۔ عورت اس سیاسی، ثقافتی، سماجی اور مذہبی فضا سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی ہے فائدہ اٹھائے۔ اپنے اخلاق کو استوار کرے۔ اپنے نفسیات کو سدھارے۔ نیا جنم لے۔ اسلامی اقدار قبول کرے ـــــــ اللہ کے رنگ سے بہتر کون سا رنگ ہے ـــ؟

لڑکیوں کو انتخابِ شریکِ زندگی میں بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ شادی میں اسلامی مقاصد کو سامنے رکھنا چاہیئے ـــ مکّار عاشق، آوازہ کسنے والے بنے ٹھنے جوان۔ سانپ کی طرح کینچلی بدلنے والے لوگ جو کبھی ڈرانے اور کبھی للچاتے ہیں ـــــ حسن پرست ــــ آرٹ کے دلدادہ تو ہو سکتے ہیں خداپرست اور دبستانِ کربلا کے ہم نوا نہیں ہو سکتے۔

شادی کے معاملے میں انسانیت، تقویٰ، راستی و درستیٔ اعتقاد اور اسلامی فلسفہ و اعتقاد و اقدار سے ہم آہنگی کو سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی تو زندگی کامیاب ہوسکے گی۔

مثالی کردار

دنیا کے گرتے ہوئے سماج اور ابھرتے ہوئے فکری نظاموں میں ہر گروپ کا ایک راہنما، الگو اور سمبل ہے۔ ہم نے بھی خواتین کے لیے کچھ سمبل اور مثالی شخصیتوں کی نشان دہی کی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کو ہماری خواتین جانتی ہیں اور ہم نے اس کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے:

"حضرت آسیہ، ھاجرہ، مریمؑ،
سارہؑ، خدیجہؑ، فاطمہؑ، زینبؑ،
کلثوم، رباب، مادرِ وہب،
زوجہ زھیر، زوجۂ عبداللہ کلبی، دخترِ
عبداللہ عفیف ...."

آج ہمیں شہید پرور، انقلابی، کردار ساز، پاکباز، باادب، بااخلاص، روحانیت سے سرشار، شرافتِ انسانی سے آراستہ، حاضر و درپردہ شیطانوں سے دُور خواتین کی ضرورت ہے اور اس طرح کی خواتین اسلامی تربیت اور مذکورہ بالا مثالی کرداروں کے سائے میں پروان چڑھ سکتی ہیں۔ یہی "ماڈل" ہیں جن میں نسوانیت کے صحیح جذبات اور نسلِ جدید کو جواں ہمت بنانے اور عمدہ تربیت دینے کی صلاحیت ہوسکتی ہے۔

اس ہدف تک پہنچنے اور اس منزل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے واقعۂ کربلا سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ ہر مرحلے میں اس کو سامنے رکھنا — اور خواتینِ کربلا کی سیرت اور پیغام کو سمجھنا چاہیئے ۔

تعلیم وتربیت کے ادارے ہوں یا ثقافت وتاریخ کے مظاہرے ——

جشن ہو یا عزاداری ——— ،

آزمائش ومصیبت ہو یا معرکہ وجہاد ——— ؛

جس اجتماع میں جو بات ہو وہ ان شہید پرور خواتین کی یاد سے منور ہو۔ یقین ہے کہ ہمارے عہد کی خواتین درپیش مشکلات پر قابو حاصل کر کے اپنی فکری توانائیوں اور فطری عظمتوں کی بدولت درخشاں مستقبل کو جنم دیں گی ۔

ڈاکٹر علی قائمی
قم، ایران

——— ✻ ———